رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

چندہ سالانہ
حکومت ووالیان ریاست سے للعہ
امراء ورؤسا سے صہ
معاونین سے عمہ
عوام سے صمہ ر
ممالک غیر سے ۱۲؍

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ
۲؍

THE ALHAKAM QADIAN

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ہفتہ وار

قادیان

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۳۸ | ۱۵ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۳۵ء بروز دوشنبہ | نمبر ۳۵-۳۶

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود)

آنریبل سر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا قادیان میں ورود مسعود

اور جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے شاندار استقبال۔ جلوس۔ اور فلک بوس نعرے

سمال ٹاؤن کمیٹی قادیان کی طرف سے ٹاؤن ہال میں ایڈریس اور پارٹی

۱۰؍ اکتوبر کی صبح اہالیان قادیان کے لئے نہایت مسرت اور خوشی کا دن لے کر آئی۔ کیونکہ اس صبح کو آنریبل سر چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا قادیان میں ورود مسعود ہوا۔ چوہدری صاحب اگرچہ ۹؍ اکتوبر کی رات کو ۹ بجے قادیان میں تشریف لے آئے تھے۔ مگر آپ نے لوکل انجمن احمدیہ قادیان کی درخواست پر اسٹیشن پر ہی رات کو رہنا منظور کر لیا تھا۔ اس لئے صحیح معنوں میں آپ کا ورود ۱۰؍ اکتوبر کی صبح کو ہوا۔

لوکل کمیٹی نے آپ کے استقبال کے لئے بہت بڑے پیمانے پر انتظام کیا ہوا تھا۔ آپ کے استقبال کے مہتمم مہاشہ ملک فضل حسین صاحب تھے۔ اگرچہ آپ کو وقت بہت کم ملا۔ مگر آپ نے کئی ہزار کاغذوں کی جھنڈیاں بنوائیں جن پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں زندہ باد۔ خوش آمدید وغیرہ چھپا ہوا تھا۔ جگہ جگہ دروازے بنائے گئے جن پر مختلف قسم کے قطعات آویزاں تھے۔ اسٹیشن سے لے کر احمدیہ چوک تک مختلف محلوں کی جماعتیں دورویہ کھڑی تھیں۔ مگر بہت سے احباب اسٹیشن پر بھی موجود تھے۔ ناظر صاحبان۔ پریذیڈنٹ محلہ جات پرائیویٹ سیکرٹری صاحب۔ ایڈیٹر صاحب الفضل۔ پریذیڈنٹ نیشنل لیگ پلیٹ فارم پر موجود تھے۔

ان ممبر صاحبان نے موصوف کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے۔ اور تین موٹروں میں جلوس روانہ ہوا۔ پہلی موٹر میں چوہدری صاحب ان کے سیکرٹری اور حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر صاحب الفضل تھے۔

دوسری موٹر میں ناظر صاحبان تھے۔

تیسری موٹر میں چوہدری مظفر الدین صاحب پرائیویٹ سیکرٹری۔ مولوی عبد الرحمان صاحب مولوی فاضل جنرل سیکرٹری لوکل کمیٹی۔ شیخ یوسف علی صاحب بی۔ اے اسسٹنٹ ناظر امور عامہ۔ شیخ محمود احمد صاحب پریذیڈنٹ نیشنل لیگ قادیان۔ خان بہادر غلام محمد خان صاحب پریذیڈنٹ محلہ مسجد فضل قادیان۔

چوہدری صاحب دیسی لباس میں ملبوس تھے اور ہر شخص سے خندہ پیشانی ملتے تھے۔

یہ موٹریں جیسے جیسے شہر کی طرف بڑھ رہی تھیں سینکڑوں آدمیوں کا انبوہ ساتھ ہوتا جاتا تھا۔ جو فلک بوس نعرے لگا رہے تھے ظفر اللہ خاں زندہ باد۔ اللہ اکبر السلام علیکم۔ جلوس ریلوے روڈ سے ہوتا ہوا محلہ دارالفضل سے گذر کر دارالعلوم کی سڑک پر آیا۔ یہاں ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے لڑکوں اور اسٹاف کو لے کر کھڑے تھے۔ دارالعلوم کی سڑک سے ہو کر جلوس شہر میں داخل ہوا۔ اور الحکم سٹریٹ سے گذر کر احمدیہ چوک میں پہنچ کر ختم ہو گیا۔

جناب مرزا گل محمد صاحب کے دیوان خانے میں لوکل کمیٹی کی طرف سے ایڈریس پیش کرنے کا اہتمام تھا۔ جس میں ویلکم اور خوش آمدید کے علاوہ قادیان سے آگر ریل لے جانے۔ اور تجارتی اور صنعتی امور میں سرکاری مدد دیئے جانے کا بھی تذکرہ کیا۔ آنریبل وزیر نے اس ایڈریس کا حسب ذیل جواب دیا:-

جواب

بزرگان و برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کی اس محبت کا جس کا آپ نے آج صبح میرے یہاں آنے پر اظہار کیا ہے۔ تہ دل سے ممنون ہوں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو ایڈریس پڑھے جاتے ہیں اور ان کے جو جواب دیئیے جاتے ہیں ان میں عام طور پر تکلف سے کام لیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی طرف سے جو ایڈریس پڑھا گیا ہے اس کے آپ خود شاہد ہیں۔ کہ آپ نے اس میں تکلف سے کام لیا ہے یا نہیں۔ گو میں نے کسی قسم کا تکلف میں محسوس نہیں کیا۔ اس کے جواب میں میرا بھی ارادہ نہیں کہ کسی قسم کے تکلف سے کام لوں۔

میرا یہاں آنا سرکاری حیثیت سے نہیں ہے۔ گو یہ صحیح ہے۔ کہ ایسے عہدوں پہ جو لوگ مقرر کئے جاتے ہیں جس پہ میں ہوں۔ ان کا کہیں بھی جانا ایک رنگ میں سرکاری حیثیت ہی رکھتا ہے۔ کیونکہ ایسے عہدوں پر کام کرنے والے چھٹی پہ نہیں جاتے۔ حکومت ہند کے ارکان ایک ہی دفعہ چار ماہ تک چھٹی لے سکتے ہیں خواہ وہ دس دن کی لیں یا ایک ماہ کی یا چار ماہ کی۔ مگر میں چھٹی پر یہاں حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ اب بھی اپنے عہدہ کا چارج سنبھالے ہوئے ہوں۔ اس لحاظ سے میرا آنا سرکاری حیثیت رکھتا ہے۔ مگر میری نیت سرکاری حیثیت سے آنے کی نہ تھی۔ بلکہ جس طرح کسی انسان کو جب بھی تھوڑی بہت فرصت ملتی ہے۔ وہ اپنے وطن میں اپنے عزیزوں اور اپنے بزرگوں سے ملنے کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح میں بھی آیا ہوں۔

میں نے ایک گذشتہ موقعہ پر اس بات کا اظہار کیا تھا۔ کہ لاہور کو میں اس لحاظ سے وطن سمجھتا تھا۔ کہ پیشہ کے لحاظ سے میرا وہاں رہنا ضروری تھا۔ ورنہ میں اپنا اصل وطن قادیان کو ہی شمار کرتا ہوں۔ اس وقت حکومت ہند کے دفاتر شملہ سے دہلی منتقل ہو رہے ہیں۔ اور اس وجہ سے حکومت کے ہر ممبر کو چند دن کی فرصت مل گئی ہے۔ اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے ضروری سمجھا کہ پنجاب آؤں اور پنجاب میں سب سے پہلے قادیان حاضر ہوں۔ اسکے بعد بعض اور جگہ اپنے عزیزوں سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔ اور پھر دہلی چلا جاؤں گا۔ میں انہی جذبات کے ماتحت قادیان میں حاضر ہوا ہوں۔ اس موقعہ پر آپ نے جس محبت کا اظہار کیا ہے اس کا میرے دل میں اتنا اثر ہے کہ جس کا میں الفاظ میں اظہار نہیں کر سکتا۔

علاوہ اس خوش آمدید کے ایڈریس میں ایک دو ایسے امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو میرے ماتحت محکمہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے بٹالہ قادیان ریلوے لائن کی توسیع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس ریلوے لائن کا بقیہ حصہ جو قادیان سے بیاس تک ہے اس پر گورنمنٹ بہت کچھ خرچ کر چکی ہے۔ زمین خرید لی گئی ہے۔ مٹی بہت کچھ ڈالی جا چکی ہے۔ بعض مقامات پر سٹیشن کی عمارت بھی تعمیر کی جا چکی ہے۔ اور محکمہ ریلوے پانچ لاکھ روپیہ خرچ کر چکا ہے۔ مگر دوسری طرف جو اصحاب عام واقفیت رکھتے ہیں ان کو معلوم ہوگا۔ کہ آجکل ریلوے لائنوں کی توسیع بہت کم کی جاتی ہے ریل سڑکوں سے مقابلہ ہے۔ اور کئی طریق اسباب اور مسافروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے نکل آئے ہیں۔ اس لئے محکمہ ریلوے کو ریلوے لائن کی توسیع کرنے کے لئے اس علاقہ کے حالات اور محکمہ کے نفاد کو دیکھنا پڑتا ہے۔ اس لائن کی توسیع سے متعلق معاملہ ابھی زیر غور ہے۔ میں اس وقت اس سے متعلق اتنا ہی اطمینان دلا سکتا ہوں کہ لائن آگے لے جانے کے خلاف فیصلہ نہیں ہوا۔ مگر میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔

اگر حالات ایسے ہو گئے اور اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ گورنمنٹ اس لائن پر پہلے بہت کچھ خرچ کر چکی ہے اور اگر علاقہ کی سہولت کے لحاظ سے اس کا بنانا ضروری ہوا۔ تو توسیع کے حق میں فیصلہ ہو جائیگا۔ لیکن اگر یہ سمجھا گیا۔ کہ لائن کا آگے لے جانا محکمہ ریلوے کے لئے نفع مند نہ ہوگا۔ تو پھر یہ فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ آگے نہ لے جائی جائے۔

دوسرا امر تجارت اور صنعت کے متعلق ہے کہ قادیان میں صنعت اور تجارت کے ترقی کرنے کی امید ہے۔ اس نئے ریلوے کی طرف سے جو سہولتیں ملتی ہیں وہ یہاں بھی ملنی چاہئیں۔ اس کے متعلق میرا یہی جواب کافی ہے۔ کہ اگر وہ شرائط پورے ہوں۔ جو مراعات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ محکمہ ریلوے یہاں وہ مراعات نہ دے۔

آخر میں دوبارہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے جذبات بھی اس موقع پر اسی شخص کے سے جذبات ہیں۔ جو اپنے وطن میں اپنے بزرگوں اور عزیزوں کے پاس واپس آئے اور وہ وطن بھی قادیان جیسا وطن ہو۔ جس سے صرف جسمانی تعلق ہی نہیں۔ بلکہ جس کی روحانی طور پر غلامی کا بھی فخر حاصل ہو۔ اس وقت میرے قلب میں روحانی جذبات وطن کے متعلق جذبات کے علاوہ موجزن ہیں۔ اور اگر میں طاقت رکھتا تو ان کو پیش کرتا۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ ایسے جذبات کو ظاہر کرنے سے میں ہمیشہ قاصر رہتا ہوں۔ اس لئے میں انہیں بیان کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کی مصروفیتیں

ایڈریس کے بعد آپ مسجد مبارک میں تشریف لے گئے جہاں نفل پڑھ کر پھر مقبرہ بہشتی میں دعا کے لئے گئے۔ اور پھر حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر ۱۲ ۱/۲ بجے کے قریب لوکل کمیٹی کی طرف سے دعوت طعام میں تشریف لے گئے جو مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہال میں ہوئی۔ حضرت امیر المومنین اور سلسلہ کے نظار کے علاوہ ایک سو کے قریب دیگر دوستوں نے شرکت کی۔

پھر اسی دن سری گوبندپور کے معززین کا ایک وفد آپ کی خدمت میں پیش ہوا جو چودہ اصحاب پر مشتمل تھا۔ ان ممبروں نے قادیان کی ریلوے کی توسیع کی درخواست کی اور ایک ایڈریس پیش کیا۔ اور کہا کہ اگر اس وقت بیاس تک توسیع نہیں ہو سکتی تو سری گوبندپور تک توسیع کر دی جائے۔ کیونکہ اس حصہ میں کام بہت حد تک مکمل ہو چکا ہے۔ آنریبل موصوف نے جواب میں فرمایا کہ

ایڈریس بہت اچھی طرح اور مؤثر انداز میں لکھا گیا ہے۔ اگرچہ ان دنوں ریلوے کی پالیسی توسیع کے خلاف ہے۔ اور کوئی نئی ریلوے لائن زیر تعمیر نہیں۔ لیکن یہاں بعض باتیں ایسی ہیں جو آپ کے حق میں ہیں ایک تو یہ کہ اس پروجیکٹ پر ریلوے کا اس وقت تک پانچ لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہوا ہے۔ اور دوسرے سڑکیں وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے مقابلہ کا احتمال نہیں آپ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ذمہ وار افسروں کے ذریعہ اس بارہ میں اپنی کوششوں کو جاری رکھیں۔ اور ایک تفصیلی میمورنڈم جس میں تجارتی نقطہ نگاہ سے سری گوبندپور کی اہمیت اعداد و شمار سے واضح کی گئی ہو۔ بھجوا دیں۔ میں اس بارہ میں آپ کی پوری پوری تائید کرونگا۔ آنریبل ممبر کا شکریہ ادا کرنے کے بعد ممبران وفد رخصت ہوئے۔ اور آپ نے ہر ایک رکن سے مصافحہ فرمایا۔

۱۱ر نومبر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے سمال ٹون کمیٹی نے اپنے ہال میں تمام باشندگان کی طرف سے چوہدری صاحب موصوف کے اعزاز میں فروٹ پارٹی دی۔ جس میں ایک سو کے قریب احمدی غیر احمدی ہندو۔ سکھ اصحاب موجود تھے۔

حسن صاحب رہتاسی نے چند ایک رباعیات کے بعد ایک نظم خیر مقدم کے طور پر پڑھی۔

پھر کمیٹی کی طرف سے قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی ممبر کمیٹی نے ایڈریس پڑھا جس کے جواب میں چوہدری صاحب موصوف نے ایڈریس کا جواب انگریزی میں دیا۔

قادیان کے معزز باشندوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں۔ جو اس وقت قادیان میں موجود تھے۔ پارٹی میں شریک تھے۔ جناب پیر اکبر علی صاحب ممبر پنجاب کونسل۔ چوہدری اسد اللہ خانصاحب ممبر پنجاب کونسل۔ شیخ بشیر احمد صاحب بی۔ اے پریذیڈنٹ آل انڈیا نیشنل لیگ۔ شیخ مشتاق احمد صاحب آف گوجرانوالہ۔

آپ نے نماز جمعہ مسجد اقصےٰ میں ادا کی۔ پھر ستارہ ہوزری کا معائنہ فرمایا۔ اور چندہ مشورے [illegible] دیئیے۔ اور اسی شام کو آپ نے بجلی کا افتتاح کیا۔

مغرب کی نماز مسجد مبارک میں ادا کی۔ اور پھر اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ بھی بذات خود اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ اسٹیشن پہ کافی مجمع تھا۔ اس طرح احباب سے قلبی دعائیں لیتے ہوئے آپ تشریف لے گئے۔

رخصتانہ

عزیز مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب خلف الرشید حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور کی برات ۱۴ر اکتوبر سنہ ۳۵ء کو ساڑھے چار بجے مکرمی ڈاکٹر احسان علی صاحب کے مکان پر پہنچی۔ جہاں براتیوں کے علاوہ اور بھی بہت سے دوستوں کی چاہ اور [illegible] سے تواضع کی گئی۔ اور دعا مانگی گئی۔ شام سے قریب تقریب رخصتانہ عمل میں آئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تعلق کو ہر طرح سے جانبین کیلئے برکت فرمائے۔ آمین

صرف الحکم کے لئے لکھا گیا

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت مولوی میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کا بیان اُن کے اپنے قلم سے

ابتدائی باتیں

قادیان میں میرے ننہال تھے۔ اس لئے میں یہاں لڑکپن سے ہی آتا تھا۔ اس وقت قادیان کی یہ حالت تھی کہ نہایت بے رونق بستی تھی۔ بازار خراب ہوتے تھے اور کثرت سے قمار بازی ہوتی تھی۔ گویا یہ ایک پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ ہنسی اور ٹھٹھا سے بات ہوتی تھی۔ کوئی بھی خدا کو نہیں جانتا تھا۔ میاں جان محمد صاحب مرحوم امام مسجد تھے۔ وہ اکیلے ہی نمازی تھے۔ وہ حضرت صاحب کے پاس آتے جاتے رہتے تھے وہ ہمارے ماموں تھے۔ میں نے کچھ تو ان سے حضرت صاحب کے متعلق سنا اور کچھ عام لوگوں سے سنا کہ حضرت مرزا صاحب اندر ہی رہتے ہیں باہر نہیں نکلتے۔ اس سبب سے مجھے محبت ہوئی اور حضرت صاحب کے مکان پر میری آمد و رفت ہو گئی۔ اس وقت آپ ایک کوٹھڑی میں ہی رہتے تھے۔ جو بیت الفکر کے نام سے کتابوں میں موسوم کی گئی ہے جب کبھی میں جاتا تو آپ ٹہلتے ہی نظر آتے تھے۔ یا کچھ لکھتے رہتے تھے۔ اس وقت کچھ صحن ہوتا تھا۔ آپ وہاں ٹہلتے تھے۔ میں جب جاتا تو کبھی بیٹھ جاتا۔ اور کبھی آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا رہتا۔ جو نہایت روشن ہوتا تھا۔ گویا خاص طور پر نور الٰہی چمکتا تھا۔ آپ اس زمانہ میں براہین احمدیہ لکھتے تھے۔ پھر آپ کے اشتہارات بھی نکلتے رہتے تھے۔ مگر میں اس وقت کچھ پڑھا ہوا نہیں تھا۔ کچھ باتیں حضرت صاحب کی اپنے بڑے بھائی جمال دین سے سنا کرتا تھا۔ کہ آج حضرت صاحب نے فلاں مذہب یعنی عیسائیت وغیرہ کے خلاف اشتہار دیا ہے۔ کیونکہ وہ مجھ سے عمر میں بڑا تھا۔ اس واسطے اس کی آمد و رفت مجھ سے پہلے سے تھی۔ اور وہ مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتا تھا۔ وہ جب جاتا تو نماز مسجد اقصیٰ میں پڑھا کرتا تھا۔ حضرت اقدس بھی گاہے گاہے اس مسجد میں آکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ امام میاں جان محمد مرحوم ہوا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ بھی نماز پڑھاتے تھے۔ اس وقت کوئی نمازی نہیں ہوتا تھا حضور کے مضامین اس زمانہ میں بہت کثرت سے نکلتے تھے جن سے حضور کی بہت شہرت ہوئی۔ پھر جب کبھی میں جاتا اور حضور کے پاس جاتا تو مجھے آپ کی محبت کے سوا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا۔

چندہ

پھر جب آپ نے ایک اشتہار چندہ کے لئے دیا تو میں نے اور میرے بھائی جمال الدین نے چار آنہ ماہوار پیش کئے تو آپ نے فرمایا کہ تم غریب ہو۔ ہم نے عرض کی کہ حضور انشاء اللہ بڑی خوشی سے ادا کریں گے تو پھر آپ نے منظور فرما لیا۔ اس چندہ کی ادائیگی پر بفضل خدا ہم تاحال عمل پیرا ہیں۔ اور جب ہم ہر سہ برادران آجایا کرتے تھے۔ تو اپنے رشتہ داروں کے گھر کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت صاحب نے ہم کو فرمایا کہ تم آج سے ہمارے مہمان ہو۔ یہاں سے کھانا کھایا کرو سو بموجب حکم ہم نے حضرت اقدس کے گھر سے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ اور آج تک خدا کے فضل سے حضور کے گھر سے کھانا کھاتے ہیں۔ اس وقت کھانا اندر سے آیا کرتا تھا۔ ابھی لنگر خانہ جاری نہیں ہوا تھا۔ جو گول کمرہ ہے یہاں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ کبھی آپ بھی مہمانوں میں بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔

بشیر اوّل

حضرت صاحب کا جب پہلا لڑکا تولد ہوا جس کا نام بشیر تھا۔ وہ کچھ آنکھوں سے بیمار تھا اس لئے حضرت صاحب پسر مذکور کو برائے علاج بٹالہ لے گئے۔ اور نیلی دروازہ کے باہر ذیل گھر میں آ ٹھہرے۔ وہاں ایک دن عیسائیوں کے ساتھ الہام کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ حضور کے بالمقابل ایک عیسائی فتح مسیح نام فتح گڑھ کا تھا۔ اس نے کہا کہ جس طرح مرزا صاحب کو الہام ہوتا ہے ایسا الہام تو ہم کو بھی ہوتا ہے۔ اس کے جواب سے پہلے دو شخصوں نے عیسائیوں کو جواب دیا۔ ایک محمد بخش مختار تھا اور ایک ہندو بشن داس نامی۔ مگر ان کے جواب تسلی بخش نہ تھے۔ تو پھر حضرت صاحب نے خود الہام کا ثبوت مانگا۔ تو اس سے کوئی جواب نہ بنا۔

اشتہار بیعت

جس وقت حضرت صاحب نے بیعت کا اشتہار دیا تھا۔ تو ہم تینو بھائی آپ کے پاس گئے اور عرض کی کہ ہم کو بیعت میں لے لیں۔ تو حضور نے ہاتھوں میں ہاتھ لے کر بیعت لی۔ بیعت کے الفاظ آپ کی کتابوں میں درج ہیں۔ جو بوقت بیعت پڑھاتے ہیں۔ پھر بعد دعا آپ نے رجسٹر نکالا۔ جس پر پہلے بیعت کنندہ کا نام مولوی نور الدین صاحبؓ تھا۔ نیچے چند اور اشخاص کے نام درج تھے۔ ہم نے اپنے نام درج کئے مجھے یاد ہے نمبر ۱۴۸ تھا۔ آگے ہم تینوں بھائیوں نے اپنے ہاتھ سے نام لکھے۔

آتھم کی پیشگوئی

آتھم کی پیشگوئی کا جو آخری دن تھا اس سے کچھ دن پہلے حضرت صاحب دعا کرتے تھے۔ ایک دن مسجد مبارک کی چھت پر شام کے بعد بیٹھے تھے۔ میں بھی اس وقت موجود تھا۔ اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے کہ جب میں دعا کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کچھ توجہ قائم نہیں ہوتی۔ اور مسجد مبارک کی چھت پر بیٹھے تھے۔ وہیں سونے کا ارادہ تھا۔ پھر یہ فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ اطلع اللہ علی ھمہ وغمہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً مگر پھر بھی آپ کا یہی خیال تھا کہ آتھم ضرور مرے گا۔ جب آخری دن آیا تو بہت لوگ اردگرد دیہات سے آئے ہوئے تھے کیونکہ اس پیشگوئی کی شہرت بہت ہو چکی تھی۔ یہی امید لگی ہوئی تھی کہ اب آتھم کی موت کا پیغام آتا ہے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت صاحب نے چند خاص خاص اصحاب کو بلا کر کچھ الہام سنائے۔ اس وقت میں بھی موجود تھا۔ مگر اس مجلس میں نہ تھا۔ اور جس وقت وہ آدمی گئے وہ مجھے پتہ ہے۔ لوگ مختلف باتیں کرتے تھے۔ جو جس کے منہ میں آیا وہ کہا۔ کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے دل ہل گئے تھے۔ اگلے روز صبح کے وقت حضرت صاحب باہر تشریف لائے۔ کیونکہ بہت سے دوست باہر سے بھی آئے ہوئے تھے۔ آپ کو معلوم تھا کہ لوگوں کے دلوں میں کچھ قبض ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس وقت آپ اندر سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ ایسا سرخ تھا کہ میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس وقت چہرہ ایسا سرخ تھا مگر غم کا کوئی اثر نہیں تھا۔ پھر آپ نے اس مجلس میں تقریر فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ آتھم نے رجوع کر لیا ہے۔ آخری الفاظ یہ تھے۔ کہ جس کی مرضی ہو وہ میرے ساتھ رہے اور جس کی مرضی نہ ہو وہ مجھ سے جدا ہو جائے۔

یہ زبردست تقریر فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے اور کسی کی پرواہ نہیں کی اور بہت سی آیات قرآن شریف کی طرف توجہ دلائی کہ رجوع کے کیا معنی ہیں۔ جب سب نے قرآن شریف پر غور کیا تو بہت سی آیات رجوع کی ثابت ہوئیں۔ کہ رجوع کے معنی ہیں شرارت کو چھوڑ دینا۔ سبحان اللہ اس پیشگوئی سے بہت سی آیات قرآنی حل ہوئیں۔ اور معلوم ہوا کہ رجوع کس کو کہتے ہیں۔

مخالفین کی طرف سے بہت سے اشتہارات شائع ہوئے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ہزار روپے کا انعامی اشتہار شائع فرمایا کہ آتھم میرے سامنے مجلس میں آکر قسم کھائے کہ میں نے رجوع نہیں کیا۔ اگر پھر ایک سال کے اندر نہ مرا تو میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ مگر آتھم مقابلہ پر نہیں بولا۔ اور عیسائی مولوی بکواس کرتے رہے۔ پھر حضرت اقدس نے دو ہزار کا اور پھر تین ہزار کا اشتہار دیا پھر انعامی رقم کو چار ہزار تک بڑھا دیا اور ایک سال کی شرط رکھی کہ میرے سامنے آکر آتھم قسم کھائے۔ اگر ایک سال کے اندر اندر نہ مرا

تو میں چار ہزار روپیہ بطور تاوان ادا کرونگا باقی جیسا اُن کا منشا ہو وہ میرے ساتھ سلوک کریں۔ جیسی سزا چاہیں تجویز کریں۔ مگر باوجود ایسی تحریک کے آتھم ذرا بھی نہیں بولا۔

اس نے ثابت کر دیا کہ میں نے رجوع کیا ہے۔ آخر آتھم مر گیا۔ اس نے کچھ نہ کہا اور نہ لکھا۔

پیشگوئی متعلق پنڈت لیکھرام

جس وقت پنڈت لیکھرام پیشگوئی کے مطابق قتل ہوا تو پھر مخالفین نے یہ کہا کہ مرزا صاحب نے اپنا ایک خاص آدمی بھیج کر لیکھرام کو مروا دیا ہے۔ پھر آریہ قوم نے بہت شور مچایا۔ یہانتک کہ حضرت صاحب کے گھر کی تلاشی کرائی گئی مگر شاید کوئی ایسے خطوط نکل آویں۔ جن سے اس آدمی کا پتہ لگ سکے جس نے قتل کیا ہے۔ مخالفین نے بہت کوشش کی۔ مگر کچھ نہ نکلا۔ آخر کار شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔ خدا کی باتوں کو یہ لوگ کچھ کھیل تماشا سمجھتے ہیں۔ آخر جو خدا تعالے نے اپنے رسول کو کہا تھا وہی پورا ہوا۔ بعد میں بہت شور ہوتا رہا۔ کثرت سے اشتہار دیئے گئے مگر حضرت اقدس نے انکا ایسا منہ بند کیا کہ جو شخص لیکھرام کے مقام پر کھڑا ہو گا اس کا بھی وہی حال ہو گا جو لیکھرام کا ہوا تھا۔ جس کا خیال ہے کہ میں نے مروایا وہ میدان میں نکلے۔ مگر کوئی بھی میدان میں نہ آیا۔ اور خدا کی وہ بات پوری ہوئی جو اپنے رسول کو کہی تھی۔ ان پیشگوئیوں کی بابت بہت سی کتابوں میں ذکر آ چکا ہے۔

ہندوؤں کی مخالفت

میں پنڈت لیکھرام کے قتل کے بعد موضع بھاگووال تحصیل بٹالہ میں گیا۔ میری وہاں شادی ہوئی تھی۔ اور میری وہاں گاہے گاہے آمد و رفت تھی۔ وہاں حضرت صاحب کے متعلق اکثر لوگوں سے گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ وہاں کے ایک رئیس سردار بشن سنگھ اور پنڈت فقیر چند آریہ تھے۔ جن کے زیر اثر بہت سے آریہ تھے۔ وہاں لیکھرام کبھی کبھی آ کر لیکچر دیا کرتا تھا۔ ان دنوں حضرت اقدس نے ایک اشتہار دیا تھا۔ یہ اشتہار بہت لمبا چوڑا تھا۔ اس کو ایک دوکان پر جو میاں علی محمد کی تھی۔ اور کلانور کو جانے والی سڑک پر واقع تھی میں نے پڑھا وہاں ایک چیف نمبردار جس کا کھسیٹا تھا۔ اور ایک اور شخص ارجن سنگھ پنشنر تھا وہ سن کر خاموش رہے۔ کچھ زبان سے نہیں بولے مگر میں سنا کر اپنے خسر کے گھر چلا گیا۔ اور ایک یوم اپنے سسرال میں رہ کر اپنے گاؤں واپس چلا آیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ میں پھر بھاگووال میں گیا۔ میرے خسر نے مجھے کہا کہ یہاں مسلمانوں نے ایک درخواست سرداروں کے پاس گذاری ہے۔ میں نے پوچھا کیوں درخواست دی ہے۔ تو میرے خسر نے کہا کہ گاؤں کے ہندوؤں نے ایک خنزیر مار کر آپس میں تقسیم کر کے کھایا ہے۔ ان دنوں میں پنڈت لیکھرام کے قتل کے سبب بہت لوگ سٹ پٹائے ہوئے تھے اور جھگڑے وغیرہ بھی بہت ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس اکثر شکایت ہوتی رہتی تھی کہ فلاں جگہ یہ ہوا۔ تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو اُن کو مذہب میں جائز ہے کریں ہمیں اس سے کیا تعلق اسی سبب سے میں نے بھی اپنے خسر کو یہ جواب دیا۔ کہ ان کے مذہب میں خنزیر جائز ہے تو کھائیں ہم کو اس سے کیا تعلق ہے۔ میں یہی باتیں اپنے خسر کے ساتھ کر رہا تھا۔ کہ ایک آدمی آریوں کو گالیاں نکالتا آیا۔ اور جلدی واپس چلا گیا۔ میرے ساتھ کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے ہی دیکھنے کے لئے آیا تھا واللّٰہ اعلم۔ میں ظہر کی نماز کے بعد اپنے گھر سے اٹھ کر ایک دوکاندار مسمی غلام رسول رنگریز اور ایک شخص مسمی محمد بخش میراثی کے پاس گیا۔ جس کا ان کے ساتھ میل جول تھا۔ میں ان دونوں کو ملنے کے ارادے سے گاؤں کے دوسری طرف چلا گیا۔ میں پہلے غلام رسول کی دوکان پر بیٹھ گیا وہاں اس شخص نے وہی ذکر کیا جو میرے خسر نے کیا تھا۔ میں نے وہاں بھی وہی جواب دیا جو اپنے خسر کو دیا تھا کہ ہمیں کیا جو ان کے مذہب میں جائز ہے کریں۔ ایسی چند باتیں کر کے میں محمد بخش کو ملنے چلا گیا۔ وہ حضرت صاحب کے متعلق بہت باتیں سنا کرتا تھا۔ اسواسطے میں اس کو زیادہ ملنے کی خواہش کیا کرتا تھا۔ خیر میں جا کر محمد بخش کو ملا۔ کچھ ایسی باتیں ہو رہی تھیں اسی اثنا میں ایک شخص آیا۔ مجھے کہنے لگا کہ آپ کو سردار بشن سنگھ بلاتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں کبھی آگے تو نہیں بلایا آج کیا سبب ہے۔ ہم یہی باتیں کرتے تھے کہ ایک اور آدمی آیا اور کہنے لگا کہ آدمی جمع ہو گئے ہیں۔ میں اٹھ کر ان کے ہمراہ سردار صاحب کے مکان پر گیا۔ جب میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ مکان گاؤں کے چیدہ چیدہ آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید کوئی منصوبہ نہ ہو۔ خیر میں ان کے درمیان جا کر بیٹھ گیا۔ تو سردار صاحب نے مجھے کہا کہ تم ہمارے گاؤں میں فساد کرانے آئے ہو میں نے جواب دیا کہ میری کیا مجال ہے کہ میں دوسرے گاؤں میں جا کر فساد کراؤں۔ اگر کریں تو گاؤں والے کریں۔ تو پھر سردار صاحب نے کہا کہ تم یہاں چندہ جمع کرنے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میں چندہ جمع کرنے اور فساد کرانے آیا ہوں۔ تو آپ جو سزا میرے لئے تجویز کریں گے میں اسے منظور کروں گا۔ مگر ثابت کریں۔ اس نے جواب دیا کہ غلام رسول کی دوکان پر تم کیا کہہ گئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کہا۔ غلام رسول کو بلایا جائے اسی وقت غلام رسول کو بلایا گیا۔ جب اس کو پوچھا کہ تیرے پاس اس نے کیا باتیں کی ہیں۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو اس نے کچھ نہیں کہا۔ اور خوب شہادت دی۔ سردار صاحب نے اس کو تیزی سے کہا۔ مگر اس نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ اس نے میرے پاس کچھ نہیں کہا اور خاموش ہو گیا۔ پھر سردار صاحب نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ پیچھے جو باتیں کرتے ہو اب سامنے کیوں نہیں کہتے۔ ایک نمبردار گنڈا سنگھ اٹھا اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنے خسر کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ کہ میں مقدمہ کروں گا۔ یہ کہہ کر بیٹھ گیا۔ پھر ایک شخص کرپا برہمن گواہی کے لئے بلایا گیا۔ جب تلاش کیا۔ تو وہ شخص اس وقت نہیں ملا۔ کسی جگہ چلا گیا تھا۔ اب شہادت سے تو وہ میرے ذمہ کچھ ثابت نہ کر سکے۔ اب سردار صاحب نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ تو یہ لکھ دے۔ کہ میں پھر کبھی اس گاؤں میں نہیں آؤنگا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ نے میرے ذمہ کوئی گناہ ثابت کیا ہے۔ میں کیوں لکھوں جبتک آپ میرا گناہ ثابت نہ کریں۔ مگر اس نے اس پر اصرار کیا کہ یہ لکھنا پڑیگا۔ میں نے کہا کہ میں نہیں لکھونگا۔ بشن سنگھ نے کہا کہ لاؤ قلم دوات۔ اسی اثنا میں میرا خسر کریم بخش وہاں آ گیا۔ اس نے مجھ کو کہا کہ یہاں تم کو کس نے بلایا ہے۔ میں نے کہا کہ سردار صاحب نے بلایا ہے اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اس مجلس سے باہر نکالا۔ میں دیکھتا تھا کہ یہ لوگ جو جمع ہوئے ہیں مجھے اب جانے نہ دیں گے۔ مگر خدا کی قدرت کچھ ایسا رعب پڑا مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ میں اپنے خسر کے گھر صحیح سلامت خدا کے فضل سے چلا آیا۔

مگر میں اس بات کو دیکھ کر بہت حیران تھا کہ یہ کیا ہوا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیوں کیا۔ مجھے اس کے متعلق بہت حیرت تھی۔ جب میں صبح اپنے گاؤں کو چلا۔ تو وہی گھسیٹا چیف نمبردار جس کا میں اوپر ذکر آیا ہوں مجھے سڑک پر بٹالہ جاتے ہوئے ملا۔ وہ بھی اس وقت اس مجلس میں تھا۔ میں نے اس سے حال دریافت کیا کہ نمبردار صاحب کل کیا معاملہ ہوا۔ کہ سرداروں سے فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ تو اس نے مجھے کہا کہ سلسلہ گفتگو تیرے ساتھ جو شروع ہوا تھا وہ میری رائے کے ساتھ ہوا تھا۔ مگر ان کا یہ خیال تھا کہ اس کے ساتھ جو مرضی ہے سو کرو۔ یعنی اندر بلا کر خوب مارو۔ اور کچھ اس کے ذمے چوری لگا کر مقدمہ بناؤ۔ میں نے یہ کہا کہ کچھ پہلے اس کے ذمہ الزام لگاؤ۔

میں نے نمبردار سے کہا کہ کیوں انہوں نے ایسا کیا اس نے جواب میں کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جو قاتل پنڈت لیکھرام کا تھا اسٹیشن چھینہ سے اتر کر ہماری معرفت قادیان میں گیا۔ اور انعام اکرام پا کر واپس آیا میں نے اس نمبردار کو اصل پیشگوئی اور اس کے واقعات سنائے۔ مگر اس پر میری بات کا کچھ اثر نہ ہوا۔ گویا اس کی طبیعت میں بھی جوش تھا۔

میں نے یہ سارا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھی عرض کیا کہ میرے ساتھ بھاگووال میں سردار بشن سنگھ نے یہ کیا تو آپ نے فرمایا وجاعل الّذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامہ

مقدمہ کرم دین ساکن بھین

مولوی کرم الدین ساکن بھین ضلع جہلم کے ساتھ جو تقریباً دو سال مقدمہ رہا ہے۔ ہم کو خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے۔ اور اکثر وقت ہم آپ کے ہمراہ رہنا پڑا ہے۔ ہم تینوں بھائیوں کو انتظام مکان کے واسطے پہلے گورداسپور جانا پڑتا تھا۔ وہاں اور بھی مختلف کام کرنے پڑتے تھے۔ خدا کے فضلوں میں سے یہ بھی ایک فضل تھا۔ حکام کا یہ حال تھا کہ اکثر مخالفت کرتے تھے۔ اور جلدی جلدی تاریخیں ڈالتے تھے۔ پھر حضرت اقدس نے ایک مکان گورداسپور میں متصل تحصیل لیا تھا۔ جس میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ آپ تشریف رکھتے تھے۔ میں بعد نماز عشا آپ کے پاؤں دبانے کے لئے جایا کرتا تھا۔ آپ نے ایک دن فرمایا بعض لوگ مجھے دباتے ہیں

اور زور نہیں لگاتے جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ مگر میں کچھ نہیں کہتا۔ صبر کرتا ہوں مجھے فرمانے لگے کہ تم اچھا دباتے ہو۔ اور شاید شادی خاں کا نام لیا کہ وہ بھی اچھا دباتے ہیں۔

جب یہ مقدمہ ہوتا تھا تو عام مسلمانوں نے آپس میں مل کر مشورہ کیا کہ مسلمانوں کا آپس میں مقدمہ اچھا نہیں۔ باہم صفائی کرائی جائے۔ ان میں سے تین شخص منتخب ہو کر حضرت صاحب کے پاس آئے جو حسب ذیل تھے۔ بابو غلام حیدر صاحب تحصیلدار۔ شیخ علی احمد صاحب وکیل۔ اور محمد حسین صاحب سررشتہ دار جج خدا بخش صاحب۔ یہ تین شخص صفائی کرانے کے لئے آئے۔ شیخ علی احمد صاحب وکیل آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے مخاطب ہوئے۔ شیخ صاحب نے حضرت صاحب کو کہا۔ آپ معاف فرماویں۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ شیخ صاحب میں نے کچھ دعویٰ کیا ہے۔ دعویٰ تو ان کا ہے میں کیا معاف کروں شیخ صاحب نے پھر عاجزی سے عرض کیا کہ حضور معاف فرماویں۔ تو حضرت صاحب نے وہی جواب دیا۔ شیخ صاحب نے تیسری بار اسی طرح عرض کیا۔ تو آپ نے کچھ رنج سے فرمایا۔ کہ شیخ صاحب وہ (کرم الدین) کہہ دیں کہ میرے ہی خطوط ہیں۔ تو شیخ صاحب نے کہا کہ وہ دست برداری کرتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب بعد کی نسلیں آئیں گی تو وہ کہیں گی کہ دعویٰ تو مسیح موعود کا تھا اور لوگوں پر الزام لگاتا تھا۔ اس طرح وہ الزام تو مجھ پر قایم رہا۔ شیخ صاحب میں خدا سے ایسے ہی باتیں کرتا ہوں جیسے آپ سے۔ یہ مقدمہ ایماء الٰہی سے ہے۔ جب تک کرم الدین وہ خطوط اپنے نہ مان لے جن کا اس نے عدالت میں انکار کیا ہے کہ میرے ہیں۔ تب تک کوئی صفائی نہیں

شیخ صاحب نے کہا کہ حضور حکام کی نظر اچھی نہیں ہے آپ نے فرمایا حکام کیا کرینگے مجھے سزا دیدینگے اور کیا کرینگے۔ شیخ صاحب مع دوستوں کے خاموش ہو کر چلے گئے۔ مجھے اس وقت حضرت صاحب کا وہ الہام یاد آیا جو سورۃ یوسف کی آیت کریمہ ہے۔ رب السجن احب الیّ مما یدعوننی الیہ میں نے اپنے خیال میں معلوم کیا کہ آج یہ الہام پورا ہوا۔ یہ گفتگو گورداسپور میں جو سڑک ضلع سے سٹیشن کو جاتی ہے اس کے کنارے پر ہوئی تھی۔ میں اس وقت حضرت اقدس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔

فیصلہ

آخر اس مقدمہ میں حضرت صاحب کو پانصد روپیہ ڈپٹی آتمارام نے جرمانہ کیا تھا۔ اور دو صد روپیہ حکیم فضل الدین صاحب کو جرمانہ ہوا۔ اور اسی طرح پچاس روپیہ کرم الدین کو بھی جرمانہ ہوا۔ حضرت صاحب نے امرتسر بنچ میں جو اس وقت ہیری صاحب انگریز حاکم تھا اس کے آگے اپیل دائر کی تھی۔ جہاں پر کل جرمانہ واپس ہوا تھا اور کرم الدین پر جرمانہ قائم رہا۔ اس نے فیصلہ میں حضرت صاحب کو صادق ثابت کیا تھا۔ اور کرم الدین کو کذاب ثابت کیا وہ الفاظ فیصلہ دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ کتابوں میں لکھا ہوا ہے

جماعت کو نصیحت

ایک مرتبہ حضور اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ آج ہی وہ شخص مجھ سے جدا ہو جائے جس کے پاؤں نازک ہیں۔ کیونکہ ہمارے راستے میں کانٹے بہت ہیں۔ ہمارے ساتھ وہی چلے جس کے پاؤں مضبوط ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میری جماعت کو ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگ کہیں کہ یہ احمدی جاتا ہے۔ یعنی فرق ثابت ہو۔

مقدمہ کرم الدین میں جب ضلع میں جاتے۔ تو ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ ہوتی تھی۔ اور دو عدد گاڑیاں جڑی ہوتی تھیں۔ باقی دوست پیدل ہوتے تھے یہ ایک عجیب و غریب نظارہ ہوتا تھا۔ اور ڈیرا جو سڑک ضلع سے سٹیشن کو جاتی ہے اس کے کنارے پر ہوتا تھا۔ اور ایک کثیر جماعت ہمیشہ ساتھ رہتی تھی۔ وہاں آپ کو جب کبھی پاخانہ کی حاجت ہوتی تھی۔ تو میں اکثر اوقات ایک لوٹا پانی کا بھر کر آپ کے ساتھ جاتا تھا۔ اور جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے اور طہارت کرتے تو بایاں ہاتھ زمین پر رگڑ لیتے۔ اور پھر ہاتھ صاف کر لیتے اس دن سے میں بھی ہمیشہ اس سنت پر عمل کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے اگر میں ان کے خیال میں مجنون ہوں تو پھر ان کو فکر کیسی پڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ مجنون کی باتوں کی لوگ پرواہ نہیں کرتے۔

زلزلہ

۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو جب زلزلہ آیا۔ تو حضرت صاحب معہ اہل و عیال باغ میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت صاحب باغ میں ٹہل رہے تھے اور ساتھ ساتھ لالہ شرمپت رائے کھتری بھی پھرتا تھا۔ میں بھی ساتھ ہی ساتھ تھا۔ اور کچھ زلزلہ کے متعلق گفتگو شروع تھی۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھے خدا نے فرمایا ہے۔ جو شریر ہوگا۔ اس کو میں دنیا میں بھی عذاب دوں گا۔ اور آخرت میں بھی۔ اگر شرافت سے وقت گذار لے۔ خواہ بت پرستی کرے تو اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اس کو میں حشر کو عذاب دونگا۔

پنڈت لیکھرام جب قتل ہوا : : : : ۔ تو آریوں نے مشہور کیا کہ ہم بھی مرزا کو عید قریب قتل کر دیں گے۔ ہم لوگوں نے حضور کی حفاظت کا انتظام کیا تھا۔ رات کے وقت حضرت صاحب کے مکان کے ارد گرد چند آدمی پھرتے رہتے تھے۔ جس میں ہم تینوں بھائی بھی شریک ہوتے تھے۔ مگر اس طرح سے کہ باری باری ہر روز ایک ایک اپنے گاؤں سے آجایا کرتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد امن ہو گیا۔

میرا ایک بچہ

میرا ایک چھوٹا بچہ فیروز الدین نام تھا بیمار ہو گیا۔ میں نے حضرت صاحب کے حضور اس کو پیش کیا۔ تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اس کو گھر میں جلدی لے جاؤ۔ ہوا اس کے لئے اچھی نہیں۔ میں اپنے رشتہ داروں کے گھر لے گیا آخر وہ فوت ہو گیا۔ آپ نے اس کا جنازہ مسجد اقصےٰ میں سامنے رکھ کر پڑھا۔ فالحمد للہ۔ اس سے پہلے میرے تین لڑکے فوت ہو گئے تھے۔ آپ نے فیروز الدین کی وفات کی بابت فرمایا۔ اصل میں رحم میں کمزوری ہوتی ہے۔ اسواسطے بچہ کی پوری نشوونما نہیں ہوتی۔ اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں اور مثال کے طور پر سمجھایا۔ جیسے آوے میں اینٹ پیلی رہتی ہے ویسے ہی رحم میں کمزوری ہوتی ہے۔ بچہ پختہ نہیں ہوتا۔ اور باہر آن کر کچھ مدت کے بعد فوت ہو جاتا ہے۔

اٹھرا کا علاج

آپ اندر گئے ایک دوائی آپ لائے یعنی سرخ رنگ کا فولاد آپ نے دیا۔ فرمایا۔ جب چار ماہ کے قریب حمل ہو تب دو تین رتی کے قریب دوائی باسی پانی کے ہمراہ کھلانی شروع کر دینا تاآنکہ طاقت پیدا ہو۔ اور پیدائش تک دوائی کا استعمال کرنا۔

سو بموجب حکم حضور کے عمل کیا خدا کے فضل سے باقی اولاد جو خدا نے عطا فرمائی وہ بچ رہی۔ دو عدد لڑکے ایک بشیر احمد جو صاحب اولاد ہو کر فوت ہوا۔ دوسرے مولوی جلال الدین اور پانچ لڑکیاں۔ یہ سب خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں۔ یہ نسخہ میں نے بہت جگہ آزمایا ہے اور جس کو دیا فائدہ ہوا۔ بہت نسل زندہ رہی۔ گویا یہ آپ کا ایک معجزہ ہے۔ اور بقائے نسل کے لئے ایک بے نظیر دوائی ہے

طاعون کی حقیقت

ایک روز میرے لڑکے بشیر احمد کو بن ران میں ایک گلٹی نمودار ہو گئی۔ اس کے متعلق کسی نے قادیان میں بھی اطلاع کر دی کہ سیکھواں میں طاعون سے ایک لڑکا بشیر احمد بیمار ہو گیا ہے۔ جب میں قادیان گیا تو سب لوگوں نے پوچھا کہ سنا ہے طاعون ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کسی نے غلط کہا ہے۔ اسی اثنا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں آ بیٹھے۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ سنا ہے کسی بچہ کو طاعون ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ حضور بچہ کو گلٹی ضرور نکلی تھی۔ مگر بخار وغیرہ نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ طاعون نہیں۔ پھر فرمانے لگے آجتک جو مجھے بتاتا ہے یا میں اسکو جانتا ہوں اس کو طاعون نہیں ہوئی۔ ان دنوں اگر کبھی طاعون ہوتا تھا۔ تو ایک شور پڑ جاتا تھا ہمارے

گھر میں خدا کا فضل رہا ہے۔

ایک دشمن کا انجام

اکثر دفعہ حضور صبح کو سیر کے لئے جایا کرتے تھے اور ایک بڑی جماعت حضور کے ہمراہ ہوتی تھی۔ آپ بوٹر کی طرف کثرت سے جاتے تھے۔ ایک دفعہ سیر سے واپس ہوتے ہوئے جب شہر کے قریب پہنچے۔ تو بھائی جمال الدین نے سوال پیش کیا۔ کہ حضور درزی سہل والے اعتراض کرتے ہیں۔ یعنی اللہ دتہ وغیرہ۔ کہ مرزا صاحب نے جو چندہ مینار کے لئے جمع کیا تھا مگر مینار اب تک نہیں بنا۔ فرمانے لگے جب مینار بننے لگا تو چھپنے کہاں ہونگے سو ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ مینار بن گیا چھپنے نہیں رہے۔ اللہ دتہ بڑا شریر تھا۔ اس کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور اسکی نسل بھی نہیں رہی

ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے گفتگو فرما رہے تھے۔ اثنا گفتگو میں بٹالہ کا ذکر آگیا۔ اور اس وقت حکیم محمد اشرف صاحب بٹالہ والے موجود تھے۔ فرمانے لگے **بٹالہ کی زمین خبیث ہے۔**

ایک روز صبح کے وقت مسجد مبارک میں آکر فرمانے **لگے کہ ایک خواب دیکھا ہے۔ ایک ٹنڈ دیکھی اس میں تین گھونٹ پانی ہے۔**

پھر وفات سے کچھ دن پہلے صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو فرمانے لگے۔ **آج مجھے الہام ہوا ہے کہ ستائیس کو ایک واقعہ میرے متعلق۔** خدا کی قدرت ستائیس مئی ۸ء کو آپ دفن ہو گئے۔

جلسہ مذاہب لاہور کے لئے آپ نے ایک مضمون تیار کیا تھا۔ تو آپ فرمانے لگے **الہام ہوا ہے۔ تیرا مضمون بالا رہے گا۔**

ہم نے وہ مضمون جلسہ مذاہب لاہور میں جاکر سنا تھا وہی بالا رہا تھا۔ تمام لوگ یہی کہتے تھے کہ یہی مضمون پڑھا جائے۔ پھر وہ سب مضمون پڑھا گیا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ آج اسلام معلوم ہوا ہے۔

جب مولوی کرم الدین نے جہلم میں دعوےٰ دائر کیا۔ تو طلبی پر آپ جہلم کی طرف روانہ ہوئے۔ بٹالہ کے سٹیشن پر بہت سی جماعت جمع ہوگئی۔ اور ایک بڑی جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ مواہب الرحمن کتاب عربی زبان میں راتوں رات لکھ کر آپ نے چھپوائی تھی۔ جس میں پیشگوئی تھی کہ خدا مجھے فتح دے گا۔ وہ کتاب یہ جاتے وقت تقسیم کرنی شروع کر دی تھی۔ جاتے ہوئے لاہور میں منشی چراغ الدین کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ شام کے بعد جب آپ مجلس میں بیٹھ گئے تو لاہور کے ایک شخص نے سوال کیا حضور لوگ کہتے ہیں کہ جب سے آپ نے دعوےٰ کیا ہے لوگوں میں چیر پھاڑ شروع ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی درزی کے پاس جاوے۔ جب وہ تھان پھاڑتا ہے تو کیا اس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ تھان کو ضائع کر دے۔ بلکہ وہ قابل استعمال بناتا ہے۔ ورنہ تھان بیکار ہی پڑے رہتے ہیں سو اسی طرح ہم بھی ان کو قابل استعمال بناتے ہیں۔ یعنی صحیح طریقہ پر چلانا چاہتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب مسجد مبارک کی چھت کے اوپر مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو حضرت میر ناصر نواب صاحب نے کہا۔ کہ قرآن شریف میں الاعراب کا ذکر فرمایا ہے۔ اعرابی کچھ ایسے ہوتے ہیں۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا میر صاحب یہ بات نہیں۔ سب ایسے نہیں ہوتے جیسے سیکھواں والے ہیں۔ یعنی وہ ایسے نہیں۔

طاعون کے متعلق رویا

ایک مرتبہ حضور مسجد مبارک کی چھت کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے۔ میں نے رویا میں دیکھا ہے کہ ہاتھی کے ہمشکل چیز میرے پاس زانو کے بل ادب سے بیٹھ جاتا ہے۔ پھر وہ ایک جنگل کی طرف جست کرتا ہے۔ وہاں جاکر حیوانات کو کھاتا ہے۔ میں ان کی ہڈیوں کے چبانے کی آواز سنتا ہوں۔ پھر وہ وہاں سے جست کرتا ہے اور میرے پاس زانو پر نے نہایت ادب سے بیٹھ جاتا ہے۔ پھر وہ جنگل کیطرف جست کرتا ہے اور پھر اسی طریق سے میرے پاس آتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ طاعون ہے۔ ہمارا وہ ایک خادم ہے خدمت کرتا ہے۔

طاعون میں احتیاط اور حضور کی شفقت

میں نے اپنی لڑکی ہاجرہ کی شادی کی تاریخ مقرر کر دی جب برات آنے میں ایک دو روز باقی تھے۔ تو خدا کی قدرت سیکھواں میں طاعون کی بیماری شروع ہوگئی۔ کسی شخص نے قادیان میں اطلاع کر دی۔ کہ سیکھواں میں طاعون شروع ہوگئی ہے۔ حضرت صاحب کو جب یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً حکم دیا کہ بہت جلد گاؤں سے نکل کر جنگل کو چلے جاویں۔ ہم نے جب حکم سنا تو فکر ہوا کہ کل برات آنی ہے۔ مگر حکم کی تعمیل شروع کر دی۔ اسی وقت اسباب باہر جنگل کی طرف نکالنا شروع کر دیا۔ اور **آپ نے ہمارے لئے تنبو اور چھولداریاں بھیج دی تھیں۔** پھر کچھ عرصہ گذار کر اپنے گاؤں میں واپس آئے۔ اور شادی آٹھ دن کے بعد حضرت اقدس کے حکم کے ماتحت جنگل ہی میں کر دی تھی۔ خدا تعالےٰ نے بیماری سے ہم کو بچا لیا۔ اور بہت سے لوگ ہلاک ہوئے۔

یورپ میں انقلاب

ایک روز لاہور سے کچھ دوست آئے ہوئے تھے اور دعویٰ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا اگر یورپ وغیرہ ممالک میں انقلاب نہ ہوا تو سمجھ لینا کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بڑا انقلاب ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو مکان بیت الفکر کے ساتھ شمالی طرف کے ساتھ ہے۔ آپ اس میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں کچھ دوست جمع ہو گئے اثنا گفتگو میں وانہ لعلم الساعۃ کے متعلق ذکر شروع ہوا۔ اس آیت کریمہ میں حضرت مسیح ناصری کو نشان قیامت قرار دیتے ہیں آپ نے فرمایا در اصل اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ جب وہ بے باپ پیدا ہوگا۔ وہ نشان قیامت ہے۔ یعنی یہود کے خاندان میں نبوت نہیں رہیگی۔ گویا ان کے تمام عروج پر قیامت آئے گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام یہود کے لئے نشان قیامت ہیں۔

ایک مباحثہ

سیکھواں میں ایک مرتبہ ہمارے نام پر دھرم کوٹ سے مولوی فتح الدین صاحب نے پیغام بھیجا۔ کہ کوئی مولوی قادیان سے لے کر بہت جلد دھرم کوٹ پہنچو۔ کیونکہ یہاں ایک مولوی میانی سے مباحثہ کے لئے آیا ہوا ہے۔ ہم قادیان سے ایک مولوی صاحب عبد اللہ کشمیری کو لے کر پہنچ گئے۔ اور بھی بہت سے دوست جمع ہو گئے۔ جب وہاں بہت مجمع دیکھا تو وہ مولوی بھاگووال میں سرداروں کے پاس چلا گیا۔ ہماری تمام جماعت بھاگووال پہنچ گئی۔ آخر مباحثہ زیر صدارت سردار کشن سنگھ قرار پایا۔ اور وفات حیات مسیح پر گفتگو ہوئی۔ مگر فریق مخالف اس بات پر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا کہ میں مباحثہ اس وقت تک نہیں کرونگا جب تک یہ اقرار نہ کریں کہ مرزا صاحب کا نام قرآن شریف میں سے نہ دکھاویں۔ مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضےٰ۔ تب تک میں مباحثہ نہیں کروں گا۔ مولوی عبد اللہ صاحب نے کہا کہ میں قرآن شریف سے دکھا دونگا۔ تب سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ جب اس نے مطالبہ کیا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ پہلے آپ کا یہ حق ہے کہ انبیاء سابقین کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان کے نام مع ولدیت لکھے دکھاویں۔ تو بیشک ہمارا یہ حق ہے کہ ہم بھی اسی طرح دکھاویں۔ جب پہلوں میں یہ طریق ثابت نہیں ہوتا تو مجھ پر یہ سوال کیوں کیا جاتا ہے۔ مولوی نے اسکا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ اور آخر وہ مولوی نادم اور شرمندہ ہوا۔ سردار صاحب نے مخالف مولویوں کو کہا کہ یہ مولوی اُلّو ہے اسے کچھ بھی یاد نہیں۔ آخر خدا نے فتح دی۔ اس مباحثہ کا ذکر ہم نے حضرت صاحب کے پاس کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ **مولوی صاحب نے کیوں نہیں کہا کہ میرا نام قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے اسمہٗ احمد فرمایا ہے۔**

ایک مرتبہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مخالف تو ہماری نوبت ہیں۔ جو ہر جگہ بجتی پھرتی ہے۔ گویا وہ ہماری اطلاع کرتے پھرتے ہیں

ریویو آف ریلیجنز

جس وقت یہ تجویز ہوئی کہ رسالہ ریویو جاری کیا جائے۔ تو خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ کی یہ رائے تھی کہ اس کو تجارتی رنگ میں چلایا جائے۔ اور آخر تمام جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ مبلغ دس روپیہ فی حصہ مقرر ہو۔ اس کو پاس کرنے کے لئے جلسہ ہوا۔ اور تقریریں ہوئیں۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اٹھے۔ اور آپ نے فرمایا کہ میری رائے میں یہ روپیہ تجارتی رنگ میں نہیں چاہیئے۔ بلکہ محض اس کے لئے وقف ہونا چاہیئے۔ میں نے بھی حصہ خرید ہوا تھا۔ میں نے تو اسی وقت وقف کر دیا۔ اور سب دوستوں نے بھی وقف کر دئیے۔ اور یہ رسالہ خدا کے فضل سے ابتک جاری ہے۔

(آگے دیکھیں صفحہ ۱۱)

میں کیوں کر احمدی ہوا؟

چودھری محمد علی خان صاحب اشرف ہیڈ ماسٹر بیرم پور ضلع ہوشیار پور کے حالات

(سلسلہ کے لئے دیکھیے اخبار الحکم مورخہ ۷ ؍ نومبر ۱۹۳۴ء نمبر ۱۴)

میں نے اپنی سابقہ قسط میں مختصراً بتایا ہے کہ مجھے کسطرح تحقیق حق کا شوق کشاں کشاں قادیان تک لے گیا۔ اور ملا لوگ کسطرح میرے راستہ میں روڑے اٹکانے میں کوشاں رہے۔ اور بالآخر ناکام و نامراد ہوئے مگر انسان کا پیچھا شیطان نہیں چھوڑا کرتا تاوقتیکہ انسان کے مسلمان ہونے کے ساتھ اس کا شیطان بھی مسلمان نہ ہو جائے۔ جیسا کہ ذکر ہے صحابہ کرام نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: حضرت! کیا آنحضور کے ساتھ بھی شیطان لگا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے تو سہی۔ مگر میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے۔ اسلئے وہ مجھے گمراہ نہیں کر سکتا۔ اسلئے اگرچہ ملا لوگوں کے جال کو میں تار تار کرتا ہوا احمدی ہو چکا تھا۔ مگر میرا شیطان تاحال غیر احمدی تھا۔ لہذا وہ وقتاً فوقتاً میرے راستہ میں سد باب ہوتا۔ شکوک پیدا کرتا مگر آخر تائید ایزدی میرے مستقل مزاج رہنے پر خائب و خاسر رہتا۔

میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہو کر احمدی ہو چکا تھا۔ اور تعطیلات موسم گرما کے باعث سکول بند ہونے پر میں اسلامیہ ہائی سکول ہوشیارپور میں اپنے سابقہ اساتذہ سے ملنے گیا۔ وہ سب میرے تعلیمی زمانہ میں مداح تھے۔ اور مجھ سے اُنس رکھتے تھے۔ میرے جانے پر جھٹ پٹ اپنا اپنا کام چھوڑ کر میرے گرد جمع ہو گئے۔ اور قادیان کے حالات سننے کے خواہشمند ہوئے۔ اسوقت وہاں کے ہیڈ ماسٹر سید تاج محمد صاحب علیگ شریف الطبع خلیق اور شیریں کلام تھے۔ مگر عربک ٹیچر مولوی عصمت اللہ صاحب (جو بعد میں احمدیہ بلڈنگ لاہور کے مبلغ رہے) میری مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اور بار بار بہکاتے۔ کہ تمہیں دھوکہ لگا ہے پھر سوچو۔ بلکہ استخارہ کرو۔ میں نے عرض کی۔ مولانا! مجھے معلوم نہیں کہ استخارہ کس طرح کرتے ہیں۔ انہوں نے طریقہ بتایا۔ میں نے اسی رات ہوشیارپور کی ایک مسجد میں بعد از نماز عشاء نوافل وغیرہ پڑھ کر دعائیں کیں۔ میرے نماز پڑھتے پڑھتے سخت زلزلہ کا دھماکا ہوا۔ جس کے باعث میں کھڑا نہ رہ سکا۔ اور سجدہ میں گر گیا۔ بدن میں ایک رعشہ تھا۔ کپکپی تھی سرتاپا مارے ڈر کے کانپ رہا تھا کہ خدا جانے یہ زلزلہ کیا نتیجہ پیدا کرے گا۔ دل میں خیال ہوتا جاتا تھا کہ یہ صرف میرے استخارہ کی وجہ سے ہی زلزلہ آیا ہے بہرحال بعد از نماز استخارہ میں وہیں مصلے پر سو گیا۔ اور خواب دیکھا کہ ایک بڑا بھاری صاف پانی کا سمندر لہریں مار رہا ہے۔ اور میں خوش بخوش اس میں داخل ہو کر غسل کر رہا ہوں۔

سکول میں صبح حاضر ہو کر میں نے اپنی خواب من و عن مولوی عصمت اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ یہ خواب تمہارے حق پر ہونے کو ظاہر کرتا ہے بعدہٗ چپ سے رہ گئے۔ اس کے بعد پھر میں نے ایک خواب دیکھا کہ چھوٹی مسجد کی سیڑھیوں پر جو لوگ چڑھ رہے ہیں وہ صاف ستھرے اور بھلے چنگے ہیں۔ مگر مرزا امام الدین نظام الدین کے مکان میں جو لوگ داخل ہوتے ہیں۔ وہ کوڑھیوں کے سے رنگ ڈھنگ میں ہیں۔ جن سے نفرت اور گھن آتی ہے۔ غرضیکہ اسطرح کچھ تائید الٰہی اور کچھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک سے فیض پا کر ہمارا لڑکھڑاتا ہوا قدم احمدیت کی چٹان پر نہایت مضبوطی سے گڑ گیا۔ اور ایسا گڑا کہ پھر باد مخالف کے تند جھونکے بھی اسپر آفتاب اثر پذیر نہ ہو سکے۔ مخالفین احمدیت نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ علم احمد گر جائے۔ احمدیت عوام الناس میں سرایت کرنے سے باز رہے۔ طرح طرح کے جھوٹے سچے قصے بیان کئے جاتے۔ حضرت اقدس کی پیشگوئیوں پر تمسخر اُڑایا جاتا رہا۔ باہر جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے جاہل گروہ آپ پر آوازے کستا۔ اینٹ پتھر مارتا۔ بُرا بھلا کہتا۔ مگر آپ ہیں کہ برابر اپنا کام کئے جا رہے ہیں اُن کے شور و غوغا کی پرِ پشہ کے برابر بھی پروا نہیں یہ ایک صداقت تھی۔ جو سنت اللہ کے مطابق لوگوں کے لئے مشعل ہدایت بن رہی تھی اور سعید روحیں پروانہ وار آپ پر آ آ کر قربان ہوتیں۔ اور پہلے ہوئے ہوئے احمدیوں کے ازدیاد ایمان کا باعث بنتیں۔

آہ اے بدنصیب قوم ؎

کون سے جور سے ہم تیرے ستائے نہ گئے
کون سے ناز ترے ہم سے اٹھائے نہ گئے

تیرے بار بار ستانے اور دکھ دینے پر ہمارا ایمان دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں احمدیت بجلی کی رو کی مانند جا پہنچی۔ جو وہاں کے باشندوں کے لئے راہِ راست دکھانے کا موجب ہوئی۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں راہِ راست دکھایا۔ اور ایک آن کے لئے بھی صفِ مخالف میں کھڑا نہیں ہونے دیا۔ اور خاص احسان یہ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی زندگی مطہر میں ہمیں یہ سعادت نصیب ہوئی اور اسپر مزید احسان یہ کہ آپ کی زندگی کے آخری زائد از پانچ سال تک ہم کو آپ کا ساتھ دینے کا موقع ملا۔ خدا نے آپ کے کلمات طیبات سننے کی توفیق بخشی۔ آپ کے ساتھ سیر کرنے اور سفروں میں شامل ہونے کے زریں اتفاق نصیب ہوئے۔ جو ہمارے ایمان کی دن دونی رات چوگنی ترقی کے موجب بنے ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ
تا دیدہ و یوسف نا شنیدہ

اے اللہ تعالیٰ کے مسیح الزمان و مہدی دوران ہم نے تجھے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تو لاریب بلا شک و شبہ وہی خدا کا فرستادہ تھا جس نے ذوالقرنین ہو کر دونوں صدیوں کے سرے پر جلوہ نما ہو کر بھولی بھٹکی اُمت مرحومہ کے علاوہ ساری دنیا کو راہِ راست پر لانا تھا۔ جس کے متعلق پہلی ہر ایک کتاب مقدسہ میں اور صحائف اقدس میں بے انتہا بشارتیں مذکور ہیں اور باوجود ان تمام چمکیلے نشانات و بشارات کے پھر بھی کوئی تجھے نہ پہچانے۔ تو یہ اُس کا اپنا قصور اس کی اپنی بدنصیبی و بدبختی کی دلیل ہے۔

اے وے تمام لوگو! جو اپنی شامت اعمال سے خدا کے فرستادہ کی مخالفت کے اندھے جوش میں کور رہ کر مانند خر ہو چکے ہو۔ ہوش میں آؤ۔ اور زمانہ کی ضرورت اور نزاکت کو پہچانو۔ کیا فی الواقعہ زمانہ زبان حال سے نہیں پکار رہا کہ فی زمانہ کسی زبردست ہادی کی ضرورت ہے۔ جو دنیا کو راہ ہدایت دکھائے اور اصل شریعت کو شرک و بدعات سے جدا کرے ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا ؎

بے شک زمانہ کو اسوقت ایسے ہی رہبر اور پیغامبر کی اشد ضرورت ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے صادق مرسل و نبی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (فداہ روحی وابی وامی) ہیں جنہوں نے چار دانگ عالم میں سب ادیان باطلہ کے بالمقابل خم ٹھونک کر یہ دعویٰ کیا کہ وہ مسیح موعود جس نے چودھویں صدی میں مبعوث ہونا تھا۔ وہ میں ہوں۔ اور جس کو میری صداقت میں شک و شبہ ہو۔ وہ جسطرح چاہے میرا امتحان کر لے۔ پھر اگر میں منہاج نبوت پر پورا نہ اتروں۔ یا وہ معیار جو صداقت کے پرکھنے میں مسلمہ ہیں۔ مجھ پر عائد نہ ہوں یا وہ نشانات و بشارات جو کتب سابقہ میں میرے متعلق مذکور ہیں۔ میرے دعوے کی صداقت میں ثابت نہ ہوں۔ اور وہ کام جو مسیح موعود نے آ کر کرنا تھا۔ وہ میں نہ کر رہا ہوں تو بے شک میرے دعوے میں مجھے کاذب سمجھو۔ اور پھر باوجود تمام دنیا کے تمام مذاہب کے سرکردہ عالموں۔ لیڈروں۔ سجادہ نشینوں اور پیروں کو چیلنج پر چیلنج دینے کے کوئی آپ کو کاذب ثابت نہ کر سکا۔ اور جو بھی بالمقابل کھڑا ہوا۔ وہ منہ کے بل اوندھا گر کر اور داخل جہنم ہو کر آپ کی صداقت پر مہر ثبت کر گیا یہ کوئی چھپی بات نہیں۔ آپ کی زندگی کے صدہا واقعات ایسے ہیں۔ جو آپ کی صداقت پر کالنقش فی الحجر ہو کر آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہے ہیں۔ جس کو شک ہو۔ وہ اب بھی آزمائش کر سکتا ہے اور اُن ہی اصولوں پر آپ کو پرکھ سکتا ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے فرستادے پرکھے جاتے ہیں۔ جسطرح کہ پنڈت لیکھرام نے۔ پادری عبد اللہ آتھم نے۔ امریکہ کے ڈوئی نے۔ غلام دستگیر قصوری نے۔ چراغ الدین جمونی نے اور اسی طرح کرم الدین بھیں والے نے پرکھا اور یہی نہیں بلکہ اور بہتوں نے آپ کا امتحان لیا اور آپ

ہر آزمائش میں پورے اُترے۔ یہ اور اس طرح کے صدہا نشانات ہم نے بچشم خود آپ کی زندگی میں بفضل خدا دیکھے۔ آپکے اخلاق و فضائل میں سیرت نبوی مخفی تھی۔ نہیں نہیں آپ ظلِ محمد تھا بلکہ عین محمد تھا ہیں۔ جو چشم بینا رکھتا ہو۔ وہ سب محمدی خصائل آپ میں آفتاب عالمتاب کی طرح نمایاں پائے گا۔

آہ وہ کیسا بابرکت زمانہ تھا کہ جب وہ خدا کا پیارا مسیح ہم میں موجود تھا۔ جس کی ایک ایک بات ہمارے لیئے قند و نبات تھی۔ جو ہمارے شکستہ دلوں کی ڈھارس تھا۔ جب بھی آپ نماز کے لیئے یا کسی اور غرض کے لیئے باہر تشریف لاتے۔ ہم کسی بات کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے آپ پر پروانہ وار جمع ہو کر آپ کی باتوں سے لطف اُٹھاتے اور اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے۔ ہم میں آپنے وہ ایمان پیدا کر دیا تھا۔ جو صحابہ کرام کی یاد کو تازہ کرنیوالا۔ اور دنیا و دین میں وہی محمدی روح پھونکنے والا تھا۔ یہی تو وجہ تھی کہ شہزادہ عبداللطیف۔ عبدالرحمٰن اور نعمت اللہ جیسے عاشقِ جانبازانہ اور شمع محمدیؐ کے پروانوں کی طرح اپنی جان عزیز قربان کرنے والے ٹھہرے اور باوجود طرح طرح کی اذیت اور تکلیف اور سزادہی کے انہوں نے اُف تک نہ کی۔ اور صحابہ کرام کی مانند بڑے شوق سے اپنے پیارے اسلام اور اپنے عزیز ایمان پر صدق دل سے تصدق و نثار ہو گئے۔ اور اپنی جان پر کھیل گئے۔ کوئی ہے جو ایسی مثال پیش کر سکے؟ وجہ کیا تھی اور اس کا سبب کیا تھا۔ یہی تا کہ آپ نے اپنے اقوال سے اپنے اعمال سے ایسے نمونے پیش کیئے جو آپ کے عاشقوں کے لئے طبیعت ثانیہ بن گئے۔ اور خوفناک اوقات اور تُند سے تُند افسر و حاکم کے سامنے سچائی بیان کرنے میں ذرا نہ جھجکے۔ اور جان تک قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ پس یہی صادقوں کی علامت ہے کہ جھوٹ کے مقابل سنگ گراں بنکر زمین جنبد نہ جنبد گل محمد ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں ہی نہیں۔ اب بھی آپکے خلفائے عظام کے وقت میں بھی وہی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت خلیفہ اول۔ حضرت خلیفہ ثانی کے مبارک زمانہ میں صدہا ایسے واقعات رونما ہوئے۔ کہ آپ کے صادق مریدانِ باصفا نے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی۔ اور آپ کے احکام کو خدائی احکام سمجھ کر اُن پر ایسے عمل پیرا ہیں کہ چار سمت دنیا حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے اور انگشت بدنداں ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو خلیفہ کی آواز کو خدائی آواز سمجھ کر نعرہ لبیک کہتے ہوئے ہر اُس حکم پر اپنی جان تک تصدق کرنے کے لئے بھمہ وجوہ بغیر کسی حیل و حجت کے ایسے آمادہ پائے جاتے ہیں کہ گویا خدا نے اُن کو پیدا ہی اسی لئے کیا ہے۔ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون پر ان کا کیسا غیر متزلزل ایمان ہے۔ جہاں جہاں بھی احمدی جماعت موجود ہے وہ ایک سنگین قلعہ کی طرح ڈیرا ڈالے ہوئے ہے کہ کسی دشمن کی پرپشہ کے برابر پرواہ نہیں کرتی۔ اور تبلیغ میں ایسی معروف و منہمک ہے۔ کہ جنون کے مترادف ہے۔ آسمان کے نیچے جہاں جہاں بھی کوئی طبقہ ارض پایا جاتا ہے۔ وہاں وہاں ان کی تبلیغ جا پہنچی ہے۔ اور جماعتیں قایم ہیں۔ اور سب کو یہی انہماک ہے۔ کہ ہم نے ساری دنیا پر چھا جانا اور اُسے مسخر کرنا ہے۔ کوئی بھی بادِ مخالف کا تند جھونکا ان کو اپنے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اور عنقریب دیکھ لے گی کہ احمدی جماعت تمام دنیا کو محصور کر لیگی۔ تمام دنیا سے اپنا لوہا منوا لے گی کیا بلکہ منوا چکی ہے جس کو شک ہو وہ ذرا مخالفوں کے اخباروں کے فائل اٹھا کر دیکھ لے۔ ان کی سوسائیٹیوں میں ان کی محفلوں میں اور خفیہ در خفیہ کمیٹیوں میں جا کر ان کا رونا دیکھے۔ سب کے گھروں میں یہی ماتم بپا ہے سب آریہ عیسائی اور برائے نام اسلام کے نام لیوا اور دیگر بعض ادیان باطلہ بہ بانگ دہل پکار پکار کر اپنی قوم کو احمدی قوم کی سرگرمیوں اور احمدیوں کی کوششوں اور ان تھک سعیوں کی طرف توجہ دلا دلا کر جوش دلا رہے ہیں۔ کہ دوڑو دوڑو۔ بھاگو بھاگو۔ ورنہ احمدی قوم ہم کو ہڑپ کر جائیگی ہمیں کوئی راہ سوجھائی نہیں دیتی۔ کوئی طریق سمجھ میں نہیں آتا۔ جس سے ہم اپنے آپ کو بچا سکیں۔ اب تو تمام ہندو۔ آریہ۔ عیسائی اور مخالفین اسلام نے متفقہ طور پر احمدیت کے ساتھ ٹکرانے کی قسم کھائی ہے۔ کہ جس طرح بھی بن پڑے اس احمدی قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا اُسکو بالکل نابود کر دیا جائے تو ہمارا بچاؤ ہے والا خیر نظر نہیں آتی۔ مگر ہر مخالف احمدیت یہ بات گوشِ ہوش سے سُن لے کہ احمدی جماعت وہ مضبوط سنگ گراں ہے کہ جو بھی اس سے ٹکرائیگا پاش پاش ہو جائے گا۔ اور جس پر بھی یہ پتھر گرا۔ اسکو کُحل البصر کی طرح پیس دے گا۔ اب بھی وقت ہے باز آؤ! اور اس حصارِ عافیت میں داخل ہو کر خدائی پناہ میں آجاؤ۔ بس اسی میں اب تمہاری خیر ہے۔ اور یہی قلعہ اب کل دنیا کے لئے خدائے تعالےٰ نے امن و محافظ قائم کیا ہے۔ جس کو قادیان دارالامان بولتے ہیں اور بس۔

(باقی پھر انشاء اللہ تعالیٰ)

کیا چاہتے ہیں؟

(از جناب ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب گداز)

ترے درد کی انتہا چاہتے ہیں
ہم الفت کا تیری مزا چاہتے ہیں

تہِ تیغ میں شیدیاں سے دنیا لگی ہے
تری اے خدا ہم رضا چاہتے ہیں

کسی کو لگی زندگی کی لگن ہے
رہِ یار پہ ہم مٹا چاہتے ہیں

رہِ یار میں جان و اموال حاضر
بتائیں ہمیں اور کیا چاہتے ہیں

عدو تو مٹائیگا اُن کو بھلا کیا
جو خود اس کی رہ میں فنا چاہتے ہیں

ہے دعوت جہاں کی فریبوں سے گھر پہ
خدا سے ہی خوانِ ہدیٰ چاہتے ہیں

ترا باغ پھولے پھلے اے پیارے
سوا اسکے ہم کیا بھلا چاہتے ہیں

چمک اُٹھے اب تیری شمع ہدایت
محمدؐ کی اب ہم ضیا چاہتے ہیں

خدایا ہماری یہ فریاد سن لے
کہ بندوں کا تیرے بھلا چاہتے ہیں

مقدمات کے فیصلے

احرار نے جو مقدمات ہمارے بعض افراد کے خلاف چلا رکھے تھے اُن میں سے دو کے فیصلے ہو گئے ہیں۔

۱۔ پہلا مقدمہ اجیت سنگھ بنام عبدالکریم۔ عبدالمالک وغیرہ چھ نوجوانوں کے نام تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اجیت سنگھ کے والد کی طرف صلح کی خواہش کا اظہار ہوا۔ اور صلح ہو کر مقدمہ داخل دفتر ہو گیا۔

۲۔ دوسرا مقدمہ عبدالسلام بنام چوہدری ظہور احمد صاحب۔ چوہدری محمد بخش داد صاحب وغیرہ پانچ کس احمدیاں کے نام تھا۔ یہ مقدمہ احرار کا مایہ ناز مقدمہ تھا۔ اس میں انہوں نے جھوٹی شہادتیں مہیا کرنے اور طرح طرح کی چالبازیوں میں کمال کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلی ہی پیشی پر اس میں سے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو تو عدالت نے باعزت بری کر دیا تھا۔ باقی چار احباب پر مقدمہ چلتا رہا۔ مورخہ ۸ اکتوبر کو عدالت نے اس مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ اور چوہدری ظہور احمد صاحب کو عدالت نے باعزت بری کر دیا۔

اور باقی تین احباب کو تیس تیس روپے جرمانہ کر دیا۔ ہم اس فیصلہ کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ اسلئے انشاء اللہ اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی جائیگی لیکن اس فیصلہ نے چوہدری ظہور احمد صاحب کی بریت کر کے اِس امر کو ثابت کر دیا کہ یہ مقدمہ بالکل جھوٹا تھا۔

ہم چوہدری صاحب کی اِس بریت پر اُنکو صدقِ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور باقی تین احباب کے لئے دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنکو اِس جھوٹے الزام سے کُلیتہً بری فرما دے +

کیا کہوں میں حالتِ دردِ دروں
زلزلے سے ہو گئے لاکھوں کے خوں
بچ نکلنا کر کے تکفیرِ نبی
"ایں خیال است و محال است و جنوں"

عبدالمجید خاں [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

تحریک قرضہ تیس ہزار ۳۰۰۰۰

احباب کرام کو معلوم ہے کہ مخالفین سلسلہ عالیہ کی شرارتوں کی وجہ سے کچھ عرصہ سے مرکز پر بہت سے غیر معمولی اخراجات کا بوجھ پڑ رہا ہے جس کے باعث صدر انجمن احمدیہ اب پھر زیادہ زیر بار ہوگئی ہے۔ اور معمولی بجٹ میں سے اخراجات کا پورا کرنا سخت مشکل ہو رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب کچھ عرصہ سے انجمن کے کارکنوں اور متعلقین کو ان کی تنخواہیں اور وظائف باقاعدگی کے ساتھ ماہ بماہ ادا نہیں کئے جاسکے جس سے بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض ضروری کاموں میں رکاوٹ واقع ہوتی ہے۔

اس مشکل کو حل کرنے کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے اس تجویز کو پسند فرمایا ہے کہ اس وقت ایک نئی تحریک تیس ہزار روپیہ قرض لینے کے لئے جماعت کے ان خاص احباب سے کی جائے جو حصول ثواب کی خاطر خوشی سے اس میں شریک ہونا چاہیں۔

اس تحریک کو بھی تحریک قرضہ ساٹھ ہزار کی طرح خاکسار کے سپرد کیا گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اس روپیہ کی فراہمی اور واپسی اسی طرح خاکسار کے زیر نگرانی ہوگی۔ جس طرح پہلے قرضہ کی تحریک تھی۔

اس تیس ہزار کی فراہمی اور واپسی کے شرائط حسب ذیل ہوں گے۔

ایک سو روپیہ سے کم رقم اس تحریک میں کسی دوست سے نہیں لی جائے گی۔ اس سے زیادہ رقم جس قدر بھی کوئی دوست دینا چاہیں شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی۔ مگر وہ رقم پورے سینکڑوں میں ہونا ہوگی۔

یہ رقم جس قدر جلد ممکن ہو۔ محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام بھیج دی جائے۔ اور بیس اکتوبر ۱۹۳۵ء تک پہنچ جانی چاہیے۔

واپسی کل روپیہ کے فراہم ہو جانے پر جنوری ۱۹۳۷ء سے شروع ہوگی۔ اور اس کی وہی صورت ہوگی جو تحریک ساٹھ ہزار میں تھی۔ یعنی ایک ہزار روپیہ ہر مہینہ میں ان دوست یا دوستوں کو ادا کیا جایا کرے گا جن کا نام قرعہ میں نکلے گا۔

اس قاعدہ سے استثنا صرف ان دوستوں کیلئے کیجائیگی جو اس تحریک میں پانچ ہزار یا اس سے زیادہ روپیہ داخل کرینگے۔ ان کے ساتھ یہ رعایت کی جائیگی کہ اگر انکو کسی وقت روپیہ جلد مطلوب ہو تو ان کے اطلاع دینے اور کم از کم ایک مہینہ کا نوٹس دینے پر انکو ایک مہینہ میں اڑھائی ہزار روپیہ تک واپس دیدیا جائیگا۔ (اس صورۃ میں اس ماہ میں کوئی رقم بذریعہ قرعہ اندازی واپس نہ دیجائیگی) اگر ایک سے زیادہ دوست اس استثنا کے ماتحت ایک ہی وقت میں روپیہ طلب فرمائیں۔ تو حتی الوسع ہر ممکن کوشش انکی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کیجائیگی۔

اس ضمن میں اس امر کا بیان کردینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ تحریک قرضہ ساٹھ ہزار میں کل رقم جو سوا چوہتر ہزار سے زائد جمع ہوئی تھی۔ اس میں سے قریباً ۳۶۰۰۰/- چھتیس ہزار روپیہ کی رقم احباب کو واپس کردیجا چکی ہے۔ جو اٹھتیس ہزار کی رقم ابھی باقی ہے۔ وہ انشاءاللہ حسب وعدہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء تک تمام احباب کو واپس کردی جائیگی۔ اور نئے قرضہ کی واپسی جنوری ۱۹۳۷ء سے شروع ہوگی۔ اور جس تاریخ سے ادائیگی قرضہ ۳۰ ہزار شروع ہوگی۔ اس سے دو سال کے اندر اندر انشاءاللہ تمام قرضہ واپس کردیا جائیگا۔

میں امید کرتا ہوں کہ جسطرح احباب نے میری تحریک قرضہ ساٹھ ہزار کو کامیاب بنانے میں خوش دلی کے ساتھ مدد دی تھی۔ وہ اب سلسلہ کی اس نئی خدمت کے موقعہ کو بھی غنیمت سمجھیں گے اور اس تحریک قرضہ تیس ہزار میں شامل ہوکر مجھے شکریہ کا مزید موقعہ عطا فرمائیں گے۔

خاکسار فرزند علی عفی اللہ عنہ ناظر امور عامہ
حال وارد شملہ Rosevilla
مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۵ء

ٹی پارٹی مولوی محمد یار صاحب عارف مجاہد لندن

منجانب انجمن حزب اللہ محلہ دار الرحمت

آچکے ہیں جو یہاں - جائیں گے ..ا..
جو نہیں آئے۔ ابھی آئیں گے اور
ہم نے پایا غیر کا کھویا ہوا
ہم جو کھوئیں گے اسے پائیں گے اور
دوسروں کے ہم نے کھائے پھول پھل
اب ہمارے باغ سے کھائیں گے اور
اور کھاتے تھے تو شرماتے تھے ہم
آج ہم کھائیں گے شرمائیں گے اور
غفلتوں پر اپنی پچھتاتے ہیں ہم
جو نہیں سنبھلیں گے پچھتائیں گے اور
کیوں ترستے ہو بتوں کے واسطے
جس قدر ترسوگے ترسائیں گے اور
بت جہنم میں گرائے جائیں گے
جانے والے خلد میں جائیں گے اور
روکتے ہیں یہ خدا کی راہ سے
ان کے پیرو ٹھوکریں کھائیں گے اور
جو رکھیں گے ان سے امید شفا
درد میں پہلے سے بڑھ جائیں گے اور
آنے والا ابن مریمؑ آچکا۔
آسماں سے جھوٹ ہے آئیں گے اور
اب تو منکر دل میں پچھتاتے ہیں۔ پھر
دست حسرت مل کر پچھتائیں گے اور
حسب طاقت بزم گرمایا کئے
گر رہے زندہ تو گرمائیں گے اور
ہم سے جتنا ہو سکا گرمادیا
اور گرمائیں گے جب آئیں گے اور
ہوگئے ہم سرد گرماتے ہوئے
گرم جب آئیں گے گرمائیں گے اور
جس طرح ہم سہہ گئے ہیں سرد گرم
سہتے سہتے یونہی سہہ جائیں گے اور
آگئے پہلے مبلغ قادیان
قادیاں سے اب نئے جائیں گے اور
کتنے آئے قادیاں کتنے گئے
جو نہیں پہنچے ابھی۔ آئیں گے اور
بس حسن اکتا چلے ہیں یار لوگ
اب جو بولوگے۔ تو اکتائیں گے اور
سننے والے منہ سے بس کہتے نہیں
تم کروگے بس۔ وہ فرمائیں گے اور

آج ہے ولکم محمد یار کی
ہوگی کل اور رونقی جب آئیں گے اور

(حسن رہتاسی)

بزمِ احمد کی ایک اور شمع بجھ گئی

حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ کی وفات

افسوس ہے! کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے صحابہ یکے بعد دیگرے کم ہو رہے ہیں۔ اور اس طرح ہم اس مبارک زمانہ سے دُور ہو رہے ہیں۔

اور وہ چہرے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور آپ کے مبارک منہ سے باتیں سنیں۔ اور آسمانی وحی کو سنکر اپنے ایمانوں کو تازہ کیا۔ اور اب جن کی زندگی کا مقصد و ذکر حبیب ہے۔ اللہ تعالےٰ کے منشاء کے ماتحت اپنے مولیٰ حقیقی کی طرف آہستہ آہستہ جا رہے ہیں۔

ان بزرگوں میں سے ایک جو ابھی ہم کو داغ مفارقت دے گئے شیخ غلام احمد صاحب واعظ بھی تھے۔ شیخ صاحب کی زندگی نہایت پاکیزہ زندگی تھی۔ اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی اور لوگوں کے لئے ایک نمونہ تھی۔ آپ واعظ کے نام سے مشہور تھے۔

حق گوئی اور تبلیغ حق میں آپ اس قدر صاف گو

تھے کہ کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ اور نہایت عمدگی سے کلمۃ الحق کہہ دیتے تھے۔ اور اس معاملہ میں کسی لومۃ لائم کا خوف نہ کھاتے تھے۔

آپ کو بچپن میں ہی اسلام کی نصیب ہوئی کیونکہ آپ کی پیدائش ایک معزز ہندو گھرانے میں ہوئی۔ مگر بچپن میں ہی جب کہ آپ کی عمر ۱۰-۱۱ سال کی تھی آپ کی طبیعت پر اسلام نے گہرا نقش کر لیا۔ اسلام کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ جہاں جہاں ملازمت کی یا کام کیا ہندوؤں نے ان کو تکلیف دینے کی پوری کوشش کی۔ مگر ان کے استقلال کو ذرا لغزش نہ ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بچپن میں دیکھا۔ حضور کی صورت و سیرت کا آپ کے قلب پر وہ اثر پڑا کہ آپ سچے دل سے آپؑ کے حلقہ بگوش ہو کر غلام احمد ہو گئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں آپ نے گول کمرے کے سامنے شیر فروشی کی دوکان کی جو آپؑ کی وفات کے بعد چھوڑ دی۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی۔ کہ جب اس محبت کا سمندر موجزن ہو کر اچھلنے لگتا تو آپ بڑے جوش سے فرماتے۔ کہ

پھر میں اس کی خاطر بھٹیارا بنا۔

یعنی وہ دوکان جو شیر فروشی کی کی تھی وہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں محو ہو کر کی تھی۔ تاکہ در محبوب پر کسی طرح دھونی رما کر بیٹھا رہوں۔

آپ نہایت **متین۔ خاموش طبیعت** اور سادہ مزاج انسان تھے۔

تنہائی کو اس قدر پسند کرتے تھے کہ اپنے کہ اپنے بیوی بچوں سے بھی تنہائی میں رہتے تھے۔ اور یہ سارا وقت عبادت اور تلاوت میں گذارتے تھے۔

کچھ عرصے سے ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اس دنیا سے بالکل منقطع ہو چکے تھے۔ ان کو ایک عرصے سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اطلاعات دی جا رہی تھیں۔ کہ اب آپ کی عمر ناپائیدار ختم ہو رہی ہے۔ اور وہ اس کا اپنے خاص خاص دوستوں میں اظہار بھی کرتے تھے۔

ان کی زندگی کے متعلق مخدومی ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب نے ایک روایت بیان فرمائی جس سے شیخ صاحب کی سیرت پر روشنی پڑتی ہے

بیان کیا کہ شیخ صاحب حضور کی وفات سے قبل کے زمانے میں بطور مبلغ ضلع راولپنڈی میں کام کرتے تھے۔ وہاں ان کو بڑی تکلیف دی جاتی تھی اور لوگ اینٹیں پتھر مارتے تھے۔ جب حضور کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

اسلام کو ایسے ہی واعظوں کی ضرورت ہے

آپ صرف چار یوم بیمار رہے۔ ۷-۸ اکتوبر کی رات کو تہجد کے لئے اُٹھے کہ فالج گرا۔ اور پھر وفات تک بیہوشی کی حالت رہی۔ جب ہوش آئی۔ **سبحان اللہ سبحان اللہ** منہ سے سنا گیا۔

۱۲ اکتوبر کو صبح ۷ اور ۸ بجے کے درمیان وفات پائی۔

آپ نے ایک بیوی۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں اولاد چھوڑی۔ آپ کی وفات پر ان کے عزیز سب جمع ہو گئے تھے۔

بعد نماز عصر حضرت امیر المومنین نے باغ میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ کندھا دیا۔ اور قطعہ خاص میں دفن ہوئے۔ حضور جماعت کے ساتھ دعا فرما کر واپس تشریف لائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرما دے۔

ڈاکٹر عبد المجید صاحب کوئٹہ سے اور ڈاکٹر عبد الجلیل صاحب لاہور سے اس موقعہ پر تشریف لے آئے تھے۔ جو آپ کی بیوی کے بھائی ہیں۔ اور ڈاکٹر شمس الدین صاحب دہلی سے تشریف لائے جو آپ کے داماد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر کی توفیق بخشے۔ اور ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے　آمین

کھوسلہ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کے اخراجات میں ہر احمدی حصہ لے

جناب ناظر صاحب بیت المال کی طرف سے بارہ ہزار روپیہ کی فوری ضرورت کا الفضل میں جو اعلان شائع کیا گیا ہے وہ احباب کی نظر سے گذر چکا ہوگا۔ اور اگر کسی دوست نے پڑھا نہیں تو اب پڑھ لے۔ اور دوسرے احمدی مردوں عورتوں حتّٰی کہ بچوں کو بھی سنا دے سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف اپیل ایک ایسی ضروری اور اہم چیز ہے کہ کئی اصحاب اس کے متعلق ہر قسم کے اخراجات کا سارا بوجھ اکیلے اٹھانا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ اور اپنا سب کچھ خرچ کر دینے کے لئے تیار ہیں لیکن اس خیال سے کہ ہر ایک احمدی جس کے لئے ممکن ہو۔ اس میں حصہ لے کر ثواب حاصل کر سکے۔ اس لئے اخراجات کے متعلق عام اعلان کیا گیا ہے۔

چونکہ ایک طرف اس کام کے لئے روپیہ کی جلد ضرورت ہے۔ اور دوسری طرف یہ ایک معمولی رقم ہے۔ جو فوری طور پر جمع ہو سکتی ہے۔ اس لئے احباب کو چاہئیے کہ جلد سے جلد اس میں شریک ہو جائیں۔ اور نہ صرف خود شریک ہوں بلکہ اپنے بیوی بچوں کو بھی شریک کریں۔ اور دوسرے احمدیوں کو بھی شرکت کی تحریک کریں۔

پس اس تحریک میں ہر احمدی کو بلکہ احمدی بچوں کو بھی چندہ دینا چاہئیے۔ خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ تاکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عزت اور وقار کی حفاظت کے احساس کا اظہار ہو

* * *

حضرت شیخ غلام احمد صاحب رضی اللہ کی سیرت و سوانح

اخویم مکرم حافظ ڈاکٹر عبد الجلیل صاحب جو حضرت شیخ صاحب کے نسبتی بھائی ہیں شیخ صاحب کی سیرت و سوانح کو ایک جگہ جمع کر دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ ممکن ہے کہ جس طرح وہ اپنی زندگی میں ہزاروں انسانوں کے لئے واعظ رہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی ان کی کتب زندگی ہزارہا انسانوں کے لئے واعظ بن سکے۔ شیخ صاحب کے دوست احباب کو چاہئیے کہ وہ اس امر میں حافظ صاحب کا ہاتھ بٹائیں۔ اور اس ثواب میں شریک ہوں۔ اس لئے کہ یہ

اذکروا موتاکم بالخیر

کے ماتحت بھی عین سنت اسلامی ہے

جو اصحاب شیخ صاحب کے متعلق کچھ لکھ سکیں وہ لکھ کر اس پتہ پر بھیج دیں۔

حافظ ڈاکٹر عبد الجلیل صاحب اندرون
موچی دروازہ لاہور

مراسلات

تبلیغی خط

تین سال ہوئے کہ جناب ایم کے عابد شریف صاحب نے اپنے ایک عزیز کو یہ خط لکھا تھا۔ اس خط کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اس لئے یہ خط ہمارے پاس بغرض اشاعت بھیجا گیا۔ جسے ہم خوشی سے شائع کر رہے ہیں

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
مورخہ ۲۳ ستمبر۔ روانہ از ساگر

برخوردارم مستری امیر علی صاحب سلمہ

بعد دعا و سلام کے معلوم ہو تمہارا خط دستیاب ہوا۔ جس میں تم نے جماعت احمدیہ کے متعلق بتایا ہے کہ وہ دنیا ہر ایک طبقہ کی نگاہ میں شیطانی مذہب ہے۔ گویا اس سے بدتر دوسرا کوئی مذہب نہیں۔ اور یہ دنیا کو گمراہ کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور تمہارے ہم جنسوں میں بھی سوائے لعنت کے کچھ نہ حاصل ہوا۔ بے شک ٹھیک ہے۔

حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا۔ کہ میری آنکھ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی باوجودیکہ میں دنیا کے ہر قدرتی نظارے کو بلکہ یہاں تک کہ میں سورج کو بھی دیکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ یہ تذکرہ آنحضرتؐ کے حضور بھی ہوا تو فرمایا کہ بہت ٹھیک کہا ہے۔

پھر چند دن کا عرصہ گذرا تو اور ایک انوکھا تذکرہ بھی مجلس نبوی میں شروع ہوا۔ ابوجہل علیہ لعنۃ نے اپنی قوم میں اعلان کیا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر بدتر شخص دنیا بھر میں نہیں نعوذ باللہ منہا۔ تو آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بہت ٹھیک کہا ہے۔ اب یہ دونوں قسم کے تذکرہ سن کر اصحاب کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مطلب سے بھی آگاہی بخشیں۔ تو حضور روحی فداہ نے فرمایا کہ ابابکرؓ میں صدیقیت ایسی موجزن ہے جس کا اندازہ میں نہیں بتا سکتا اسی لئے میری حقیقی عظمت اس پر کھولی گئی ہے۔ جب کہیں ان کی آنکھ میں وہ تاب نہیں۔ اور ابوجہل بے شک میرا چچا ہے۔ لیکن دنیا میں اس سے بدسرشت کوئی نہیں اس لئے اس کی نگاہ میں خود اسی کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ تو گویا انبیاء علیہم السلام بھی آئینہ کی طرح ہوتے ہیں۔ جس کے متعلق حضرت مسیح زماںؑ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر
یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار

علاوہ .. اسو سال پیشتر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہلانے والوں سے بھی یہی سابقہ پڑا تھا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ نبوت پیش کیا تو یہی حال آپ کا ہوا۔ کروڑوں کی تعداد امت موسوی کی ہوتے ہوئے اس مقدس ہستی کا انکار بدستور رہا۔ لیکن ماننے والوں کی تعداد جن میں ایمان تھا صرف چودہ تھے۔ پھر معجزات جو ظاہر ہوئے وہ بھی مخفی نہ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچے پیرو کہلانے والوں کے ہوتے ہوئے اس نور خدا کی کیا حالت گذری؟ میں پوچھتا ہوں اس کا سبب کیا ہے؟ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزانہ تھی۔ لیکن کس کی نگاہوں میں؟ لیکن اس وقت تو کروڑوں کی نظر میں تو نعوذ باللہ ولد الزنا تھے۔ صرف ان چودہ حواریوں کی نگاہ میں ایک مقدس ہستی تھے۔ مگر غور کرو اس منحرف قوم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بدتر شخص کوئی ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں غور کرو پھر غور کرو۔ خدارا اب تم اپنے دل سے سوال کرو کہ تم اور تمہارے ہمنوا اس وقت اگر ہوتے تو تمہارا شمار کن میں ہوتا؟ پھر سوچ کر بتاؤ کہ وہ غریب مچھیارے جو ایمان لائے تھے (حواری) ان کا ساتھ دینا تھوڑے وقت کے لئے تم گوارہ کر سکتے ہو؟ ؎

عقل پر پردے پڑے سو سو نشاں کو دیکھ کر
نور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہو ویں اہل نار

نہیں نہیں ہرگز نہیں ان کا ادب و احترام بجالانا کجا۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا قدم ان تمام مخالفوں سے ضرور آگے رہتا۔ اب صرف ان دو مقدس ہستیوں کے زمانہ پر مختصر آگاہی کی گئی۔ لیکن پیشتر زمانوں کے ان تمام نبیوں کے متعلق خدائے قدوس کی گواہی کافی ہے۔ سن کر یاد رکھو۔ یَا حسرۃً علی العباد ما یأتیہم من الرسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ بندوں کے حال پر کیا ہی افسوس ہے کہ کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا نہ آیا جس کی انہوں نے تکذیب و تمسخر کی ہو۔ غرض دنیا والوں کا یہ ایک بندھا ہوا قانون ہے جو ہر ایک اللہ والے پر ہمیشہ ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ سیدنا و امامنا حضرت حسنؓ و حضرت امام حسینؓ اور گنج شہیدان دشت کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین جو جو ستم توڑا گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشوں کو پانی سے ترسایا اور آب فرات کے بدلے خون جگر پلا کر شہید کیا یہ تمام مظالم کسی بیرونی دشمن یا کسی کافر سے سرزد ہوئے تھے؟ نہیں نہیں یہی امت کے وارث کہلانے والوں سے ہی سرزد ہوئے۔ پھر وہ تمام خلفاء اور غوث قطب دیگر اولیاء اللہ وغیرہم علمائے ظواہر کے ہاتھ سے ستائے گئے۔ جلاوطن ہوئے۔ جیلوں میں اپنی جان عزیز دی۔ دار پر کھینچے گئے۔ کیا یہ تمام روایات تمہیں کتابوں میں نظر نہیں آتے؟ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد تو پھر مسیح زماں کیونکر اس سنت اللہ سے بچ سکتے ہیں۔ آپؑ پر بھی یہی سلوک ہوا۔ دعویٰ مہدیت کی تاریخ سے لے کر وقت وصال تک تقریباً چالیس۴۰ سال کا عرصہ کربلا کا نظارہ دکھلایا۔ چنانچہ حضور نے خود فرمایا ہے ؎

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے میرے پیارے آج
شور محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے
تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

لیکن صادق جس کا ہوتا ہے وہ مر کر بھی سرسبز ہو جاتا ہے۔ غرض مخالفین اپنی انتہائی کوشش کے باوجود ناکام نامراد رہتے ہیں۔ لیکن آپؑ اپنی وفات سے قبل پانچ لاکھ سے بڑھ کر مقدس و حق پرستوں کی جماعت قایم کر گئے الحمدللہ علیٰ ذالک۔ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

بھائی یہ تمام قدرت کا کھیل ہے جو دنیاداروں کی نظر میں عجیب ہے، دراصل بات یہ ہے کہ ظلمت کو نور سے سخت عداوت ہے۔ یہ بات نوٹ کر لو اور دنیا کی ہر برگزیدہ ہستی کی سوانح حیات پر نظر ڈالو کہیں اس کے خلاف نہ پاؤ گے۔ پھر چودھویں صدی جس کے متعلق سنا جاتا تھا کہ جانوروں نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اور آج بھی ہر خورد و کلاں کی زبان سے بے ساختہ چودھویں صدی کا تذکرہ بات بات پر نکلتا ہے کبھی تم نے اس کے متعلق غور بھی کیا ہے۔ حالانکہ موجودہ صدی میں عالموں کی ایسی کثرت ہے ہر شہر و دیار میں علم کا چرچا ہے۔ باوجود اس قدر شعاع علم پھیلنے کے روحانیت سے مطلق بے خبر ہیں۔ چوٹی کے علماء کہلانے والے بھی روحانیت سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ خداوند کریم نے اپنے وعدہ کے مطابق ٹھیک وقت پر یعنے چودھویں صدی کے سر پر مجدد اعظم مہدی وقت کو مبعوث فرمایا۔ اور ساتھ ہی زمینی و آسمانی نشانات بھی آپ کی صداقت کے لئے ظاہر فرمائے لیکن ان میں کثیر حصہ انکار پہ اڑا رہا باوجود دل دماغ ہونے کے خداداد عقل سے کام نہ لیا۔ اور کان ہوتے ہوئے نہیں سنا۔ اور آنکھ ہوتے ہوئے نظر سے کام نہ لیا۔ تحقیق کرنا تو رکنار بلکہ اس کے الٹ کفار ان سلف کے نقش قدم پہ چلنا گوارہ کر لیا۔ چنانچہ انہی کی شان میں خدائی حکم ہے ختم اللہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم و علیٰ ابصارھم غشاوۃ۔ اس پر بھی نظر کی

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ میری امت کے علماء پر انبیاء سلف کو رشک ہوگا۔ اس قدر مرتبت کے بدلے آج ان کا حقیقی علم چھینا گیا ہے۔ لہذا ایک مامور من اللہ کی مخالفت میں قابل شرم حرکت سے بھی باز نہیں آتے۔ علماءھم شر من تحت ادیم السماء یعنی آخری زمانے کے علما آسمان کے نیچے بدترین خلائق اور شر پھیلانے والے ہونگے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج حضرت مہدی علیہ السلام کے خلاف اور آپ کی جماعت کے خلاف یہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ کہ گویا سردار انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی شان میں نعوذ باللہ گالیاں دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ عالموں کا یہ بے جا الزام سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس قادر مطلق پر اس قدر بھی تمہیں ایمان نہیں کہ جس نے اصحاب کہف حضرت موسےٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت نوح وغیرہم نبیوں کے وقت غیرت دکھلاتے ہوئے دشمن کو نابود کرتا رہا؟ اب اس کی قدرت نہیں کہ ایک کن کے ساتھ دشمن کو نیست و نابود کر دے۔ کیونکہ خدا پر جھوٹ باندھنے والا (یعنے خداوند تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے) مدعی ہرگز ترقی نہیں کر سکتا بلکہ مارا جاتا ہے۔ اور اس کا نام لیوا تک نہیں رہ سکتا۔

لعنت ہے مفتری پر خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ذرہ بھی اس کی جناب میں
کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
ہوگا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا

آپ نے اس بات کا بیڑا اٹھایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمیٰ اور قرآن کریم کی بیکراں خوبیوں کو دنیا میں پھیلائیں۔ اور اسلام کی حقیقی شان کو کل ادیان باطلہ پر ثابت کریں۔ کہ زمین پر بجز اسلام کے کوئی مذہب خدا رسیدہ ہونے کا ثبوت مدلایل دے کر اسلام کو غالب کر کے دکھائے۔ یہی خدمت آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ اندرونی اور بیرونی طور پر جس قدر حملے ہوئے تھے ان تمام کو پاک کیا۔ تقریباً ۸۰ کتب اسی غرض سے تصنیف فرمائی ہیں۔ غرض جو خدمت اسلام آپ سے ہوئی اس کا عشر عشیر بھی پیشتر تیرہ سو پچاس سال میں کسی سے نہ ہوا۔ اس کے متعلق تمہارے علما ہی کی شہادات دی جاسکتی ہیں۔ صلح پسند طبقہ نے آپ کی پاک زندگی کے متعلق جو تحریر کیا ہے وہ حوالے تو ہزاروں کی تعداد میں مل سکتے ہیں لیکن تمہارے اپنے مرشد کی ہی شہادت بتا دینا ضروری ہے چونکہ ان دنوں وہ مسلمانوں کے حقوق پامال کرتے ہوئے پورے سنگھٹنی بنے ہوئے ہیں۔ جن کے متعلق اخبار انقلاب اور سیاست ہی کافی ہیں۔ لیکن جس وقت وہ سچی ہمدردی کے راہ پر گامزن تھے۔ اس وقت کے خیالات نجا سے تھے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام کی وصال پر ان کے ہی اخبار کا ایک کالم شائع ہوا تھا وہ گواہ ہے جس میں لکھا تھا کہ ہم ان کو (مراد حضرت اقدس) ایک پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور آپ عبادت اور وظائف میں بیحد محو و مستغرق رہتے تھے۔ آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے

پھر بھی آپ اور آپ کی مقدس جماعت کے خلاف زہر پھیلانا گویا آسمان پر تھوکنا اور عوعو کرنے کے مترادف ہوگا۔ تم نے تحریر کیا تھا کہ نظم پر توجہ کر دیکھی دیکھنے سے اس کی ظلمت فطرت کا مشاہدہ ہوا۔ ناچ۔ گانا طبلچی یہ ایسے بے ہودہ الفاظ ہیں جو اپنے گھر میں اٹھتے بیٹھتے شاعر صاحب نکالتے ہیں۔ لیکن اس مقدس سرزمین میں اپنا خیال تلاش کرنا عبث ہے۔ وہاں ایسے خبائث پھٹکنے نہیں پاتے۔ کیونکہ خدا نے پاک اس مقدس بستی کو دار الامان قرار دیتا ہے

پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی
پر ان سیاہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے
آخر یہ آدمی تھے پھر کیوں ہوئے درندے
کیا جون ان کی بگڑی یا خود قضا یہی ہے

تم نے جو تحریر کیا تھا کہ آئندہ اس کے متعلق کچھ نہ لکھنا مجھے بھی اس کی کوئی پرواہ نہ تھی لیکن تمہارے بزرگوار کو بھی یہی بے اصل سرتاپا جھوٹ اور کشمیر کا فرضی قصہ بنا کر پیش کرتے ہو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ تمہیں صداقت کی طرف توجہ دلاؤں۔ تم نے میری اس تحریر کو کہ قادیان ایک مرتبہ ضرور جاؤ اور حالات سلسلہ پر تحقیق کی نظر ڈالو۔ ورنہ لاہور ہی میں کسی انجمن میں کچھ وقت دین کے لئے صرف کرتے رہو) بتاتے ہو کہ ماموں صاحب نے مجھے جھوٹا مذہب قبول کرنے کے لئے لکھا ہے وغیرہ یہ ٹھیک نہیں۔

لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں زبردستی نہیں یہ ہمارے قانون کے خلاف ہے کہ اگر کوئی دوست بیعت کی درخواست کرتے ہیں تو ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ بھائی خوب تحقیق کرنی چاہئے۔ جب تک مخالفین کے تمام اعتراضات رفع نہ ہوں بیعت نہ ہوگی۔

تم نے جو دوائی روانہ کی تھی اس کا شکریہ قبول ہو لیکن بیمار کی سخت تکلیف کے باعث ڈاکٹر سے انجکشن کرایا جا رہا ہے خدا حافظ ہے۔

مجھے سخت افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمانان کشمیر کی ہمدردی میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا انعقاد ہوا۔ اور اس کے اراکین یہ حضرات ہیں۔

عالی جناب۔ سر محمد اقبال صاحب۔
" " خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی
" " مولانا مظہر الدین صاحب "
" " سید محسن شاہ صاحب ایڈوکیٹ
" " شیخ محمد حسین صاحب ایم۔ ایل سی امرتسر
" " مولانا غلام رسول صاحب مہر
" " مولانا عبد المجید صاحب سالک
" " پروفیسر علم الدین صاحب سالک
" " شیخ نیاز علی صاحب ایڈوکیٹ۔
" " مسٹر محمد رفیق صاحب بیرسٹر۔
" " چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب بیرسٹر
" " مولانا نور الحق صاحب مسلم آوٹ لک
" " چوہدری محمد شریف صاحب پلیڈر۔
" " مالک اخبار انقلاب۔
" " شفیع داؤدی صاحب وغیرہم

اور بھی کئی ایک لیڈروں نے کمیٹی بنا کر حضرت مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کو صدر منتخب کیا۔ اور ایسے ایسے شاندار کام کمیٹی سے صادر ہوئے ہیں وہ محتاج بیان نہیں خاصکر وزیر اعظم کشمیر راجہ کرشن کول کو گھر پہونچایا۔ اور کمیٹی کے وکلا کشمیر میں مامور ہیں۔ ماہوار ہزاروں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ جس میں ایک حد تک جماعت احمدیہ کا ہاتھ کام کر رہا ہے ایسے سچے واقعات کو چھپا کر قادیانی ہی کو اس طرح بدنام کرنے کا شیوہ کسی شریف آدمی کا حصہ نہیں ہو سکتا

ولادت اور درخواست دعا

بابا احمد بخش صاحب بیگم پوری ایک نیک دل بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلا نواسہ دیا ہے۔ یہ بچہ چوہدری غلام محمد صاحب گرداور بھنگالہ کا بچہ ہے۔ چوہدری صاحب تمام احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ بچے کی درازی عمر اور صحت اور خادم دین ہونے کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ [illegible])

خطبہ الہامیہ

جس وقت آپ نے خطبہ الہامیہ پڑھا تھا۔ وہ عید الضحیٰ کا دن تھا۔ اور مسجد اقصیٰ کے درمیانی دروازہ میں آپ نے کھڑے ہو کر پڑھا تھا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب لکھنے والے تھے۔ آپ خطبہ پڑھتے جاتے تھے۔ اور مولوی صاحبان لکھتے جاتے تھے۔ سننے والی بڑی جماعت تھی۔ ہم تینوں برادران اور منشی عبد العزیز صاحب پٹواری بھی موجود تھے۔ حضرت صاحب نے پہلے بھی یہ فرمایا تھا کہ خدا تعالےٰ نے کہا ہے کہ

میں آج تجھے عربی پڑھاؤں گا۔ یا سکھاؤں گا۔ کچھ ایسے ہی الفاظ تھے۔

THE STAR HOSIERY WORKS. L.T.D. QADIAN

قومی تجارت کو فروغ
دینے کیلئے
دی سٹار ہوزری ورکس کے حصص خرید فرمائیں۔ قیمت فی حصہ دس۱۰ روپے ہے
جو مندرجہ ذیل طریق پر قابل ادا ہیں

درخواست کے ہمراہ	دو۲ روپے فی حصہ	
تخصیص حصص	تین۳ روپے " "	
مطالبہ اول	دو۲ روپے آٹھ۸ آنے	ان ہر دو مطالبوں میں کم از کم تین ماہ کا وقفہ ہوگا۔
مطالبہ ثانی	" "	

مزید معلومات کیلئے دفتر سے خط و کتابت فرمائیں

خادم
جنرل مینجر دی سٹار ہوزری ورکس لمیٹڈ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع جراب منزل قادیان سے شائع ہوا)